

نفاذ  
شرعیات

اور

فقہ جعفریہ

تالیف

لیٹوگراف

چوہدری امان اللہ لکٹ ایم اے ایل ایل بی

ایڈووکیٹ کجرات

# انتساب

نظر کا دل کا جنوں کا حساب ہو جائے  
 کچھ امتیاز خط و صواب ہو جائے  
 وہ روشنی کہ ہے نورِ قرابت مومن  
 اندھیری شب کے لئے آفتاب ہو جائے  
 وہ آنکھ جس کی نظر سرسری بھی ہو جس پر  
 جہانِ عشق میں وہ انتساب ہو جائے  
 لکھی ہوں لاکھ تعقیب کا قد غنیمت لیکن  
 ہو اللہ یار تو پھر فتح باب ہو جائے  
 وہ نطق جس پہ پہنچ کر اک ایک حریف خفی  
 سمٹ سمٹ کے جو پھیلے کتاب ہو جائے

اُسی کے نورِ بصیرت کا فیض عاک ہے یہ  
 اُسی کے نام پہ یہ انتساب ہو جائے

## اشاعت و تعداد

۲۰۰۰	پہلا ایڈیشن جون ۱۹۷۹ء
۲۰۰۰	دوسرا ایڈیشن اگست ۱۹۷۹ء
۲۰۰۰	تیسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۸۰ء
۲۰۰۰	چوتھا ایڈیشن نومبر ۱۹۸۱ء
۳۰۰۰	پانچواں ایڈیشن جنوری ۱۹۸۲ء

مؤلف و ناشر	چوہدری امان اللہ لک
مطبع	عکاس پرنٹرز پشاور
کاتب	الطاف قاضی
قیمت	سات روپے



# عرض دعا

برصغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد مملکت کے تیاگ کا غراب دیکھا اور پاکستان اس کی  
خوبصورت تعمیر کر دیوں میں آیا۔ لیکن تیاگ پاکستان کے بلند ہم نے بحیثیت جمہوری کے تیاگ  
کے مقاصد بھلا دیئے اور رنج و صدمہ سے زائد عرصہ تک ہم اس عظیم عہد سے برابر روگردانی کرتے  
رہے جو ہم نے اس سلسلہ میں اللہ سے کیا تھا۔

۱۹۷۷ء میں نظام مصطفیٰ کے نام سے جو تحریک اٹھی اس کا محرک اور مقصد اس کی گشتہ جزیہ کا  
اجتماعی اظہار تھا۔ کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے بغیر کوئی دوسرا نظام نہیں بن سکتا۔ چنانچہ مسلمان پاکستان  
کی بے پناہ قربانیوں کے بدلہ ۱۲ ربیع الاول کو ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا تاریخ ساز اعلان کر دیا  
حمدا۔ اور اسلامی حدود نافذ کر دی گئیں۔ اس اعلان نے اپنی وطن پرستی نہیں بلکہ عالم مسلمانان عالم کے  
دلوں میں ایک دولہ تازہ پیدا کر دیا۔ ہر ایک نے سوچا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو رہا ہے۔ لیکن وہ غلیہ  
جو پاکستان کو ہرگز اسلامی مملکت کے روپ میں نہیں دیکھنا چاہتے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اس ملک  
میں اسلامی نظام کا تجربہ کامیاب ہو گیا تو پھر یہ انقلاب پوری دنیا کو اپنی پیٹ میں لے لیا۔ چنانچہ اسلام  
دشمن عناصر نے مسلمانوں کے مختلف مسودوں فرقوں کے درمیان اختلافات کو موادینے کی ہم نگرانی  
جو ہمیں پاکستانی عوام کے متفقہ مطالبے کے پیش نظر نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا اعلان ہوا تو یہ وائز  
بھی اٹھائی جائے گی کہ فرقہ جعفریہ کا نفاذ الگ کیا جائے۔ اس اہم موڑ پر قوم کو صحیح رخ پر مڑانے  
کے لیے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے مختلف فقہی مکاتب فکر کے قائدگان پر مشتمل ایک  
تجلی تشکیل کی۔ جس کا مشن اسی سلسلے کے حل میں جناب صدر کی مدد کرنا قرار پایا۔

چونکہ یہ ایک نہایت اہم بلکہ پاکستان کی تقاسمہ ہے اس لیے ہر ذی شعور شہری کو اس  
پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔ وہی نہیں اس ملک کا دستور شہری ہرگز جیتا نہیں ہے۔ قوی و ذلیل کی امتیازی فرصت  
سے تمام امتیاز ہے۔

اسلامی تحریک ہو یا انقلاب دونوں کا مقصد کسی گزری ہوئی حالت کا بدلنا ہوتا ہے۔ لیکن دونوں کے  
حرکات اور طریقہ کار اور بنیادی فرق ہے۔ اصلاح کی غرض تو برکت ہے جو ہے اجزاء کا جگہ  
صالح اجزاء کا ہمیکرنا ہوتا ہے۔ لہذا اس کی ابتداء غور و فکر ہوتی ہے۔ مقررہ دے دے  
سورج و بچار کر کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بگاڑ کے اسباب پر غور کیا جاتا ہے۔ غلطی  
کی حدود کا تعین کیا جاتا ہے اور پھر اس کے ازالہ کی تدبیر اختیار کی جاتی ہیں۔ مسر  
انقلاب سبکی غرض جیسا کہ اس غلطی کے معنی سے ظاہر ہے۔ صورت حالات کو یکسر  
اٹ دینا ہوتا ہے۔ یہ صورت عموماً دریاں پیلہ ہوتی ہے۔ جہاں بگاڑ جزوی نہیں  
بلکہ سرے پہلے اور اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسے حالات میں بہرہ و عمل کا دامن اٹھنے  
چھوٹ جاتا ہے۔ سورج و بچار کی جگہ غضب اور اشتیاق کے جذبات  
سے جیتے ہیں اور انسان بالکل درندہوں کا گروہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اندر مٹا ہوا  
کا دور دورہ ہوتا ہے۔ حق کی تلاش کی جگہ باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے  
بلکہ حق باطل کا امتیاز ہی میرے سے اٹھ جاتا ہے۔

آج ہمارے ملک میں اس نظام کے نفاذ اور اس کے طریقہ کار پر بحث ہر جگہ ہے  
جو سراسر اصلاح پر مبنی ہے۔ اور جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
۲۳ برس کی نبوی زندگی میں علانیہ طور سے دکھایا تھا اور انسانی زندگی کا انفرادی و اجتماعی کوئی  
چہ حلوتہ نہ تکمیل نہیں رہنے دیا تھا۔ اس وقت اہل پاکستان کے علاوہ تمام دنیا میں نظام  
کے نفاذ کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کے نفاذ پر مزید اجتماعی ضرورت  
پیدا ہو چکی ہے۔ اگر اسے حقائق کی روشنی میں نہ دیکھا گیا تو یہ نزع انتہائی خوفناک صورت  
اختیار کر سکتا ہے۔

وای غرابی کی اصل جڑ تو یہ نظر آتی ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما فرقہ واریت میں اس درجہ تک



ہو کر رہ گئے ہیں۔ کہ اصول کا دامن ہاتھ سے چھوڑ چکے ہیں بلکہ فروعات نے ہی اصولوں کی جگہ لے لی ہے۔ اور ان سے مزید فروعات کی فصل اگتی چلی جا رہی ہے۔

**Sense of Proportion** تو کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ شریعت اسلامی کی عمارت دراصل اس ترقیب سے قائم ہوئی تھی کہ سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان دونوں کی روشنی میں اپنی تقویٰ اور اپنی اخلاص اور باب علم و بصیرت کا اجتہاد ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اس ترتیب کو الٹ دیا گیا ہے اور اب اہمیت کے اعتبار سے ترتیب یوں قرار پائی ہے کہ سب سے پہلے ایک خاص طبقہ یا اپنی پسند کے علماء کو بنیاد بنادیا جاتا ہے۔ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ نکلتی ہے کبھی کبھی نگاہ اٹھالی جاتی ہے۔ پھر خانہ کبریٰ کے طور پر کتاب اللہ کا نام بھی لے لیا جاتا ہے۔ **میسرے** ناقص خیال میں ہماری بد نفسی کی اصل وجہ یہی ہے۔

آخر فقہ، حکامین، مفسرین و محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجماعین کے علم و فضل ان کی جلالت، شان اور ان کی غلغلہ ساز کوششوں کا انکار کون کر سکتا ہے۔ مگر بشری کمزوریوں سے مستثنیٰ کسی کو بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان کے پاس کتاب علم کے رہنما دینے تھے جو سب انسانوں کو حاصل ہونا چاہیے۔ ان کے پاس وہی نہیں آتی تھی۔ ہاں وہ اپنی عقل و بصیرت سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر غور و فکر کر لیتے تھے۔

اس طرح ان کی کاوش سے جو اصول ان کے نزدیک متفق ہو جاتے ہیں۔ ان کی رائے سے وہ حضرات فردی قوانین اور مسائل کا استنباد کیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہمارے لئے مددگار اور رہنما تو مندوب بن سکتے ہیں اور نئے چابوتیں۔ مگر غلبت خود اعلیٰ اخذ اور منبع نہیں قرار دیتے جاسکتے۔ انسانی اجتہاد خواہ اسکی بنیاد

کچھ ہی کیوں نہ ہو دنیا کیلئے دائمی قانون اور اہل ماعدہ نہیں بن سکتا۔ یوں کہ عقل، نظم و سوچ زمان و مکان کے تھوڑے سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ زمان و مکان کی قید سے آزاد صرف وہ کتاب اور اس کے قوانین ہیں جو اس سستی نے نازل فرمائی جو خود خالق زمان و مکان ہے۔ اس کتاب کا مینڈاں انسانوں تک درموردوں میں پہنچا ایک الفاظ و آیات قرآنی کی صورت میں درمیان الفاظ و آیات کی نئی تفسیر اور عملی تعبیر کی صورت میں جسے اصطلاح میں سنت کہتے ہیں۔ یہی کتاب سنت و حقیقت شریعت کے قانون کا وہ بنیادی مآخذ اور سرچشمہ ہے جس سے ہمیشہ اور ہر زمانے کے لوگ اپنے مخصوص حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق قوانین اخذ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اس پنجے سے تشریحی امور ملے ہوتے رہے اسلامی نظام کو ہر زمانہ اور ہر ملک کی دلی آواز کہا جا رہا ہے۔ جب قرآن و سنت پر سچا حق، غور و فکر کا جذبہ قائم رہا اور ان دونوں بنیادی مآخذوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پسند کے فقہی کتب انکو بنیاد بنایا گیا تو اسلام ایک حرکت (Dynamism) کا بجائے محض خنجر سرد کا مجموعہ سمجھا جانے لگا۔ وہ جو اقوام عالم کی علمی اور عملی راہنمائی پناہ دینا سمجھتے تھے اختیار کا دیریزہ گری پر اتارنے لگے اور بے دے کے ان کا شغل یہی رہ گیا ہے کہ جس زری اور فردی مسائل کو بنیاد بنا کر اسلام سے جان چھڑائی جائے اور نئے نئے فرقے ایجاد کرنے اور فرقہ بندی کو ہوا دینے میں کوئی کمی نہ رہنے دی جائے۔ ہم دیکھ رہے ہیں بدخلوں نے فی دین اللہ افواجا کی جگہ بخد جوں من دین اللہ افواجا کا سہل خطر آنے لگا ہے۔ اور اشتہار علی الکفار و کفار جیسے لہجہ کا جگہ صاع علی الکفار و کفار جیسے لہجہ والی بات ایک حقیقت کا روپ دھار چکی ہے اور تحسبہم جوعہا و قلوبہم سستہ کے الفاظ میں



متساوی اللہ نے منافقین کا جو نقشہ پیش کیا اب وہ حالت مسلمانوں کا مقدمہ بن چکی ہے۔

اول تو فقہ کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہے۔ مگر اجتماعی زندگی میں بھی رہنمائی فقہ کا ہی منصب ہے اس لیے ۱۲ رزیح الاول سے نفاذ حدود کا اعلان ہوا۔ اس کے پیش نظر میں اس مقالہ میں چند اجتماعی مسائل فقہ پر فقہ جعفریہ کی روشنی میں اظہار خیال کر دیا گیا۔ میں نے ان مسائل کے معاملہ اور ان کو سمجھنے کے لیے جو حقائق قابلِ بحث کیے۔ انہیں خواص و عوام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اپنے استاد کرم حضرت مولانا الشہار خان صاحب سائیں چکر الہ فیض میاں والی کے سامنے پیش کیا۔ حضرت نے جو اسی سلسلہ میں ایک مستند تھارٹی میں کمال شفقت سے میری پیش قیمت رہنمائی کی اور کتابوں کے حوالہ جات بھیہا کیے۔ استاد مکرم کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے بغیر اس کتاب کو موجودہ صورت میں پیش کرنا میرے لیے قطعاً ممکن نہ تھا۔ میری خوش قسمت سمی ہے کہ مجھے یہ ذریعہ ادا کر سکی سعادت نصیب ہوئی۔

میرے پیش نظر نقطہ ہی مقدمہ ہے۔ کہ مختلف فقہوں کا فرق نا اہل کیا جائے۔ تاکہ ہم جو عشقِ مذہبی سے درپیش مسئلہ کو مل کر سیکھیں اور کسی کے عقائد کو بغیر روح کرنا یا منافرت پھیلانا ہرگز مقصود نہیں۔ میں غور و فکر کی دعوت کے ساتھ غور و فکر کے لیے مستند حقائق پیش کرنا تک قوم کی خدمت سمجھا ہوں۔

اجتماعی مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے کیلئے ہر نظریہ اور کتب کا پس منظر جاننا ضروری ہوتا ہے۔ میں اسی مقالہ کی ابتداء فقہ جعفریہ کی تاریخ سے کرتا ہوں۔

امان اللہ دلکٹ۔

## پیش لفظ (طبع سوم)

نفاذ شریت کے نام سے اس کتاب کا موضوع اور مقصد واضح ہے۔ میں نے یہ کتابچہ خلافت تالونی نقطہ نگاہ سے نفاذ شریت کے سلسلے میں لکھا تھا۔ میری یہ ناچیز کوشش محض ایک تالونی خان کی حیثیت سے تھی۔ میں نہ تو مردِ دینی تھا نہ مفتی نہ فقیہ ہوں اور نہ مناظر اور نہ ہی ہر فرقہ حنفیہ۔ میں نے اپنے ذاتی مطالعہ اور مشاہدہ کے پیش نظر شدید کتب سے ان امور کو یکجا کیا تھا۔ جو کسی حد تک پہلک لاد کے ضمن میں آتے ہیں۔

اور مدعا ایسا بات پر روشنی ڈالنی تھی نہ اگر اس وقت تک میں فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا ایک رشتہ نفاذ کر دیا گیا۔ تو اس ملک میں تالونی کا نقشہ اور اس کا حشر کیا ہو گا۔ اور اگر فقہ جعفریہ نافذ العمل ہو جائے تو اسلام کا امیج اور تکرارِ سنت کا مفہوم کیا ہو گا۔ بلکہ فقہ جعفریہ اسی اختلاف کی بنیاد پر ہی استوار ہے۔

شیدہ عقائد کے مطابق موجودہ قرآن نہ نہیں ہے جو محمد المہدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور وہ جو نازل ہوا تھا اس کا جوہر دنیا پر کم نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح سنت ان احادیث نبوی پر مبنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے روایت کی ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کے عقیدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرماتے ہی عین کے علاوہ سب صحابہ معاذ اللہ مردِ مرگ تھے۔ بقول شیدہ احادیث کا ذخیرہ مرتدین کی ردایا کا مجموعہ ہے لہذا یہ دین کی بنیاد اور تالونی کا نافذ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ میرا مقصد اسی پس منظر میں غور و فکر کیلئے مستند مواد پیش کرنا تھا۔ تاکہ ان شیدہ عقائد اور ان کے معجزات کا تین ہر جا۔ جو کہ قرآن و سنت کے الفاظ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی لیے ارباب عقل و دانش کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کمال سوادِ اعظم جو قرآن و سنت کا مشید لائی ہے۔ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے اس کا کیا حشر ہو گا۔







# تاریخ فقہ جعفریہ

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ فقہ امام جعفر کے نام سے منسوب ہے۔ امام جعفر کے نام کے استعمال سے یہی سارنا ہے کہ یہ فقہ آپ کے عہد میں یا آپ کی زیر نگرانی مرتب ہوا ہو گا۔ مستند شیعہ کتب کے مطالعے سے آدنیٰ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ امام جعفر کے عہد تک شیعہ کا درجہ جاہلیت تھا۔ جس میں وہ مناسک حج اور حلال و حرام جیسے اہم امور سے بھی واقف نہیں رکھتے تھے۔ اصول کاٹ صفحہ — کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

شہر کان محمد بن علی اباجعفر کانت	پھر امام باقر آئے ان سے پہلے قریشہ کے
الشیعة قبل ان یکون ابو جعفر وھم	مناسک اور حلال و حرام سے بھی واقف نہ تھے
لا یعرفون مناسک حجھم وھلھم	امام باقر نے شیعہ کے لیے حج کے احکام بیان
وھداهم حتی کان ابو جعفر فتھم	کئے اور حلال و حرام میں تمیز کا دروازہ
لھم وہین لھم مناسک حجھم	کھولا یہاں تک کہ دوسرے لوگ شیعہ کے
وھلھم وھداهم حتی	محتاج ہونے لگے۔ جب کہ ان سے
صار الناس یحتاجون الیھم من	پہلے شیعہ ان مسائل میں دوسروں
بعد ما کانوا یحتاجون الی الناس	کے محتاج تھے۔

اصول کافی کی اس عبارت میں شیعہ نے اسلام کے پہلے درجہ عسریہ کے اولین دور کو اپنے لیے درجہ جاہلیت اور امام باقر کے دور کو شیعہ کے علاوہ باقی لوگوں کے لیے محتاجی شیعہ کا دور بیان کیا ہے۔ اسی لیے فقہ جعفریہ کا تاریخ نامی جائزہ اسی پس منظر میں ملاحظہ فرمائیے۔



اسلام کی دعوت کے ساتھ نبی کریمؐ نے حلال و حرام کی نشاندہی فرمادی تھی۔ جب دین مکمل ہو گیا تو حلال و حرام عبادات، معاملات و عقائد تمام چیزوں میں مکمل ہو گئیں جنہوں نے نہ صرف سب کچھ بتا دیا بلکہ ان اصولوں کی بنیاد پر ایک معاشرہ بنایا گیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں حلال و حرام کے انسانی مسائل پر عمل ہوتا رہا۔ جو نبی کریمؐ نے بتائے تھے۔ مگر صاحب اصول کافی کہتے ہیں کہ شیعوں کو حلال و حرام کا علم نہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کو حلال و حرام کے ان مسائل اور حج کے ان مناسک کا علم نہیں تھا جو اسلام نے اور داعی اسلامؑ نے سکھائے تھے۔ امام باقرؑ کے متعلق شدید کتب سے اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ آپ نے شیعوں کو حلال و حرام کا احساس دیا۔ اور ان کو حدود سے روشناس کرایا۔ لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا کہ آپ کی زیر نگرانی کسی فرقہ کا تدبیر ہوئی۔

امام باقرؑ کا سن وفات ۱۱۳ ہجری ہے معلوم ہوا کہ پہلی صدی ہجری اور احوال دوسری صدی ہجری میں جن میں خلافت راشدہ اور بنو امیہ کا بیشتر حصہ شامل ہے۔ فقہ جعفریہ کا وجود ہی نہیں تھا اس لیے کسی اسلامی سلطنت میں اسکے نافذ کیے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد امام جعفرؑ کا دور آتا ہے آپ کی وفات ۱۲۸ ہجری میں ہوئی چھ کہ فقہ جعفریہ انہی سے منسوب ہے اس لیے ہمیں اس امر کا تلاش کرنی چاہیے کہ کیا آپ نے واقعی فقہ کی کوئی کتاب اپنی زیر نگرانی تیار کر دئی تھی یا تاریخ سے ہمیں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مگر شیعوں نے امام جعفرؑ سے منسوب روایات، اخبار اور احادیث کو فقہی عنوانات کے تحت جمع کر کے چار کتابیں مدون کیں یہ کتابیں درحقیقت تو حدیث کی کتابیں تھیں۔ مگر فقہی عنوانات کی وجہ سے یہ فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں کہلائیں شیعوں ان کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱۔ **الکافی** یہ کتاب ابو جعفر کلینی نے سنہ ۲۳۰ ہجری میں یعنی امام جعفرؑ کا وفات سے تقریباً ایک سو اسی برس بعد لکھی۔

۲۔ **من لایحضرہ الفقیہ**۔ یہ کتاب محمد بن یحییٰ ابن ابیہ قمی نے سنہ ۳۸۱ ہجری میں یعنی امام جعفرؑ کا وفات سے تقریباً دو سو برس بعد لکھی۔

۳۔ **تہذیب الاحکام**

۴۔ **استبصار**

محمد بن حسن طوسی نے سنہ ۴۹۰ ہجری میں یعنی امام جعفرؑ کا وفات سے تقریباً تین سو دس برس بعد لکھی۔  
فقہ جعفریہ کی ان چاروں کتابوں کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جاتے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب اصول کافی خطائے عباسیہ کے ایک سرخس خلیفہ المتقی باللہ کے دور خلافت میں لکھی گئی۔ اور دوسری کتاب کے مصنف کا سن وفات بتا ہے کہ اس وقت خطائے عباسیہ کے چھبیسویں خلیفہ القائم ہوا اور خلافت تھا۔ مگر یہ فقہ جعفریہ پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں کامل طور پر وجود میں آئی اس لیے پانچویں صدی ہجری کے اواخر بلکہ سقوط بغداد تک اس فقہ کا کسی اسلامی حکومت میں نافذ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔  
اس کے بعد مصر میں عباسی خلافت مستقر ہوا سنہ ۴۵۹ھ سے متوکل علی اللہ خلیفہ تھا۔  
۹۲۲ھ تک کہ وہاں بھی اس فقہ کے نافذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔  
پھر ترکستان عثمانی کی خلافت عثمان خان اول سنہ ۱۲۸۸ھ سے ۱۲۹۶ھ عیسوی تک رہا جب مصطفیٰ اکمال نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اس عرصے میں بھی اسلامی سلطنت میں فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔  
ادھر برصغیر میں سنہ ۱۱۹۳ھ میں محمد غزنوی سے پیکر آخری منہل اور شاہ تک کسی وقت بھی فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔



یعنی یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی حکومت نے کسی دور میں فقہ جعفریہ کو اپنے دستور یا قانون میں جگہ نہیں دی۔

فقہ جعفریہ کے متعلق ملا علی قزوینی نے فرمایا: "بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت امام جعفریہ کی وفات کے ۱۸۰ برس سے لیکر ۱۳۰۰ء تک مندرجہ بالا کتابیں بڑی بڑی ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ اس عرصے میں امام جعفریہ کی روایات مختلف راویوں کے ذریعے ان محدثین تک پہنچی ہوں گی اسی لیے ان مسائل اور اس فقہ کے صحیح یا مشکوک ہونیکا کا انحصار ان روایات کی ثبات اور عدم ثبات پر ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خود جعفریہ میں رجال کی روشنی میں ہی اس بات کا جائزہ لیا جائے اور آخری فیصلہ تاریکین پر چھوڑا جائے۔"

ابتداء مشہور شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی کی مایہ ناز کتاب "حق الیقین" کے صفحہ ۳۴ پر دی گئی مندرجہ ذیل عبارت سے کہہ سکتے ہیں۔

۱۱۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اہل حجاز و عراق، خراسان، نادرہ وغیرہ سے فضلاء کی ایک جماعت کثیر حضرت باقرؑ اور حضرت صادقؑ کے تمام آثار و اصحاب سے ملتی۔ مقصود زرارہ، محمد بن اسمعیل، ابوہریرہ، ابو بصیر، ہشام بن حران، حیکم بن عقیق، ابان بن تغلبہ اور معاویہ بن عمار کے اور ان کے علاوہ اور کثیر جماعت بھی تھی جن کا شمار نہیں کر سکتے اور کتب رجال اور علمائے شیعہ کی ہر کتاب میں سطور و مذکور ہیں۔ یہ سب شیعوں کے رئیس تھے ان لوگوں نے فقہ، حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا ہے۔ ان لوگوں کا اختصاص آئمہ طاہرین کے ساتھ معلوم رہتا ہے۔

ہے جیسا کہ ابو جعفر کے ساتھ ابو موسیٰ اور اس کا گروہ کا اختصاص۔

یہ اقباس ایک طویل بیان کا حصہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۔ اصحاب آئمہ کی کثیر تعداد میں شمار نہیں آئے متعلق تو کچھ کہانیاں جاسکتی ہیں مگر جس طاعت کثیر کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ اور اس میں شامل جن لوگوں کے نام دیئے گئے ہیں وہ شیعوں کے رئیس ہیں۔

۲۔ آئمہ سے ان اصحاب نے فقہ و حدیث کے مسائل جمع کیے ہیں۔

۳۔ اگر یہ حضرات ثبوت ثابت ہو جائیں تو فقہ جعفریہ آئمہ سے اخذ ثبوت ہو سکتی ہے۔ اس فقہ کا اخذ کتاب اللہ سے تلاش کرنی ضرورت نہیں کیونکہ شیعہ عقیدہ کی ریز سے موجود قرآن محرف ہے۔ اس میں پانچ قسم کا تحریف ہوئی ہے لہذا اس کا کیا اعتبار۔

اب ہم ان روایات شیعہ کے حالات شیعہ کتب رجال سے پیش کرتے ہیں۔

## زرارہ

۱۔ امام جعفریہ کے ہم پائے ہیں۔ رجال کش صفحہ ۵۹ پر ان کی فضیلت کے بارے میں ذریعہ قالہ اصحاب زرارہ عن احمد بن زرارہ اصحاب زرارہ کہتے ہیں کہ جس نے زرارہ بن اعین نقل اور لکھا ابا عبد اللہ کو پایا اس نے امام جعفر کو پایا۔

ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی توفیق اور کیا ہو سکتی ہے مگر سوال قرآن و احادیث اور کردار کا ہے۔ سوال کے متعلق رائے لائحہ مر۔

۲۔ یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے جن کی کمالات پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور ابو بصیر۔ یعنی زرارہ اور ابو بصیر بالبارع مکرہ ہیں۔ (حق الیقین اور فقہ جعفریہ) اب سوال یہ ہے کہ جو زرارہ مکرہ ہیں وہ زرارہ کی ماہنامی کیا ہیں گے جس نے زرارہ چلے



میں دوسری کرسی اس پر چلائی گئی۔

۲۔ قال (ای امام) نعم زرارہ مشوم اليهود والنصارى ومن قال ان مع الله ثالث ثلاثہ۔

امام جعفرؑ نے فرمایا کہ زرارہ تو یہود و نصاریٰ اور تثلیث کے تائین سے بھی برا ہے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۵۰)  
امام جعفرؑ کا زرارہ کو تائین تثلیث سے بھی برا قرار دینا خالی از علت نہیں اور نہ نری شاعر کا  
ہے اس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ امام نے زرارہ کے متعلق آگاہ کر دیا کہ جس طرح تائین  
تثلیث نے دین حق سے منہ موڑ کر تثلیث کا عقیدہ چھوڑ لیا اور ایک حقوق کو گمراہ کیا اسی  
طرح زرارہ بھی دین اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد چھوڑے گا کہ ایک دنیا گمراہ ہو  
جائیگی اور دائمی امام کا خدشہ درست ثابت ہوا۔

۳۔ امام جعفرؑ نے فرمایا۔ لعنہ الله زرارہ۔ لعنہ الله زرارہ۔ یعنی اللہ زرارہ  
یعنی امام جعفرؑ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ لعنت کرے زرارہ پر۔ (رجال کشی صفحہ ۱۵۰)  
شیعہ عقیدہ کے مطابق امام معصوم ہوتا ہے اس لیے معصوم کے قول میں شک و شبہ کی گنجائش  
نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا کوئی شیعہ زرارہ کے ملعون ہونیکا انکار نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے جس فرقہ  
کا سرسین اعظم ایسا ہو جسکو امام نے تاکید ملعون قرار دیا ہو اس نقدی ثقاہت۔ انادیت  
اور فضیلت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔!!!

دوسری طرف زرارہ کا رد عمل بھی قابل التفات نہیں زرارہ کہتا ہے۔

فلما خرجت صرورت فی لمحیتہ نقلت لا یفام ابدا۔

یعنی جب میں باہر نکلا تو میں نے امام کی داری میں پا دالا۔ میں نے کہا کہ امام کبھی نجات  
نہ پائے گا۔ (رجال کشی صفحہ ۱۵۴)

مقابلہ بڑا جرات منک ہے ایک طرف سے لعنت برسائی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف

عدم نجات کی بشارت سنائی جا رہی ہے۔ جس امام کی داری میں پا دالنے والا اور  
جس امام کو نجات نہ پانے کا اطلاع دینے والا اسی امام سے منسوب کر کے دین رفقہ  
سکھائے تو ایسے دین رفقہ کی حیثیت ارباب دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔  
۴۔ قیاس کن زلمستان من بہار مرا۔

**ابو بصیر** ۱۔ حق الیقین میں زرارہ کے ساتھ کج گراہی میں داخل حصہ دار ابو بصیر کو بتایا گیا ہے  
اور نعت جعفریہ کے مسائل میں یہ شخص دردمان میں شمار ہوتا ہے اس لیے امام جعفرؑ کے  
متعلق اس کا عقیدہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے۔

قال حبیب ابو بصیر علی باب ابی عبد الله  
علیہ السلام لیطلب الاذن ولسم  
یوزن لہ فقال لو کان معنا طبق  
لاذن۔ قال فجا علیک فسخ فی حبیب  
الی بصیر۔

(رجال کشی صفحہ ۱۱۴)

۱۔ ظاہر ہے کہ ابو بصیر کا امام جعفرؑ کے طہار اور دنیا پرست تھے بشرت  
یگر ملاقات کا اجازت دیتے تھے۔

۲۔ ابو بصیر خود اصحاب آئمہ میں اس نفیلت کا امام تھا کہ دروازے پر پڑتا تھا تو اسے  
طلاقات کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی۔ اہمیت کا کیا کہنا۔

۳۔ ابو بصیر چونکہ اندھا تھا سکتے کو نہ دیکھ سکا۔ یہ تمکھیں تو خدا نے بندگی تھیں۔ منہ  
وہ خود بند رکھتا آخر منہ کھول کے بیٹھنے میں کوئی حکمت ہے پھر کہ آفرینا فر ہے  
مگرتا ہی سمجھ تو اسے بھی جتنی کر پیٹا کر نہ کے یہ مزدور جگہ کرن ہی ہے۔



۳۳۔ یہ اتفاق بھی ہے یا قدرت کی طرف سے اقبالہ اس منہ سے گلفشانی کی توقع نہ رکھنا۔  
جیسے چیز منہ میں داخل ہو رہی ہے اس میں کچھ پاکیزہ باتیں اس سے نکلیں گی۔ !!!

جس اصحابی کی اپنے امام کے متعلق اس قدر بلند رائے ہو اور جس امام کے دہ پر صرف اسی اصحابی کیلئے مخصوص گلفشانی محضاً کا سیال فطرت کے زیرِ استہام اس منہ میں ڈالا گیا ہو۔ اس اصحابی کے منہ اور من میں سے نکلے (یا گھسے) ہوئے مسائل کے ثقت اور مستبر ہونے میں کس احق کو شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ !!!

### محمد بن مسلم

اس شخص کا دعویٰ ہے کہ امام باقر سے ۳۰ ہزار حدیثیں سنیں اور امام جعفر سے ۱۶ ہزار احادیث کی تعلیم حاصل کی (رجال کئی صفحہ ۱۸۸)  
عن مفضل بن عمر قال سمعت ابا عبد اللہ مفضل کہتا ہے میں نے امام جعفر سے سنا  
یحدث عن اللہ محمد بن مسلم کان یقول ان فرماتے تھے محمد بن مسلم پر اللہ کی لعنت  
اللہ لا یعلم شیاً حتی یموت۔  
آج امام کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ (رجال کئی صفحہ ۱۸۸)

اول تو جس آدمی کا عقیدہ ہی اللہ کے متعلق یہ ہو کہ اس کے تفقہ فی الدین کا طول و عرض  
آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ پھر جس کو امام جعفر کی طرف سے اللہ کی لعنت کا تحفہ ملے اسکی ثقافت کیا کہنے  
فقہ جعفریہ کے باقی اصحاب آئمہ کا حال آپ نے پڑھا ہیوں لگتا ہے کہ فقہ جعفریہ کی تیاری  
میں اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ انہی اصحاب آئمہ کی روایات قبول کی جائیں جنکو آئمہ  
نے ملعون قرار دیا ہو۔ اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی مختلف ہے کہی کو آئمہ نے اکبری لعنت  
سے نوازا ہے کہی کو لعنت، لعنت یعنی لعنت سے۔ لیکن ہے یہ تفسیر بقدرِ ظرف  
کہ کہہ کر محمد جعفر کے قابل ہو سکو تا ہی قیاس ہے۔

علامہ مجلسی نے جن میں اصحاب آئمہ کو سرفہرست رکھا ہے ان کے حالات  
سے اندازہ کر لیا جاتا ہے کہ جب اکابر کا یہ حال ہے تو اباغریس آپ کے ہوں گے۔

اب ذرا ان اصحاب سے بھی ایک معروف شخصیت کا تعارف کر دیا جائیگا۔ جس کا  
علامہ مجلسی نے ذکر نہیں کیا مگر وہ بھی چوڑے کے اصحابی ہوا۔

**جابر بن یزید** | محمد بن مسلم کا دعویٰ تو آپ نے پڑھ لیا کہ امام باقر سے  
ایسے ۷۰۰ احادیث سنیں تھیں یہ صاحب ان کے بھی استاد  
نکلے ان کا دعویٰ بھی ملاحظہ ہو۔

عن جابر بن یزید الجعفی قال جابر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے  
حدثنی ابو جعفر یسعی بن النضر ستر ہزار احادیث کی تعلیم پائی (رجال کئی صفحہ ۱۸۸)  
اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا علمی مرتبہ محمد بن مسلم سے دو چند سے بھی زیادہ  
اب اس فیضیلت کتاب کی امانت و دیانت کا حال سنئے۔

عن زرارہ قال سالت ابا عبد اللہ عن زرارہ کہتا ہے میں نے امام جعفر سے جابر کا  
حدث جابر فقال ما را یتک عند الی احادیث کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ سیکر  
قطا الامسکہ داخلہ صار علی قسط واللہ سے صرف ایک اہل بلا اور میرے پاس  
تو کبھی آیا ہی نہیں۔

یہ بات رئیس اعظم زرارہ بیان کر رہا ہے نہ جانے اسے اسکی ضرورت کیوں محسوس  
ہوئی۔ لیکن ہے اس کا ستر ہزار احادیث کا دعویٰ سن لیا ہوگا تو اسے تعجب حسرت یا رشک  
بیلہ ہوا ہوگا۔ امام نے جو جواب دیا اس سے زرارہ کی تسفی تو مستلزم ہو گئی ہو مگر اس  
جواب سے عجائبات کا ایک باب کھول دیا۔ مثلاً

۱۔ ایک ملاقات میں امام نے ستر ہزار حدیثیں تعلیم فرمادیں۔ اگر ایک منٹ



فی حدیث شمار کیا جائے تو کل وقت ۱۱۹۹ کھنٹے یعنی ۲۸ دن سے کچھ زیادہ بنتا ہے۔  
۲۔ اگر جابر اسی دوران صرف حدیثیں سناتا تو اسی کے حافظہ کا مال انا پرشہ تھا  
کہ ایک دفعہ بن کر مہر ہزار حدیثیں یاد کر لیں۔

۳۔ اگر یہ محال نظر آتا ہے اور ہے تو پھر جابر ساقیہ ساتھ لکھتا رہا ہوگا اگر یہ صورت  
فرض کر لی جائے تو وقت کو اور بڑھا کر پڑے گا دو چند ہے کم کیا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ  
یہ ملاقات تین ہیضے سے تباہ کر گئی۔ اگر یہ نہ آجائے تو اور صورت کوئی نہیں ہو کر  
اس زمانے میں ٹیپ ریکارڈر یا شارٹ ہینڈ کے رواج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا  
۴۔ اگر جابر کے دعویٰ کا جائزہ لیا جائے تو عقل اسے تسلیم کرنے سے گریزاں  
ہے اگر اسے تسلیم کیا جائے تو امام جعفرؑ تسلیم کرنا پڑے۔

۵۔ اگر امام کو سچا تسلیم کیا جائے جو کہ ضروری ہے تو جابر پر بے درخیزہ کا جھوٹا ثابت  
ہوتا ہے۔

۶۔ اگر جابر کو بددانت جعفرؑ اور جعفرؑ تسلیم کیا جائے تو فرقہ جعفریہ کے پہلے  
کچھ نہیں رہتا۔

۷۔ خامہ انگشت بدندان ہے اسے کیا لکھیے

۸۔ لفظ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہیے

علامہ باقر مجلسی کا حق الیقین میں کچھ مذکور اور کچھ غیر مذکور اصحاب آئمہ کے  
حالات مشتمل از خواص و اوصاف کے طور پر شیعہ کتب جال سے پیش کیے گئے۔

اب ذرا اسکا موضوع پر ایک اور نزاع ہے جسے نگاہ ڈالیے۔

علامہ باقر مجلسی نے حق الیقین میں یہ تر فرادو کہ ”یہ کثیر جماعت تھی جو شیعوں  
کے رئیس تھے“ مگر آئمہ کا بیان ایسی نفی کرتا ہے۔ اصول کافی صفحہ ۳۹۹

امام جعفرؑ کا مندرجہ ذیل حدیث درج ہے۔

”علاء ابو بصیر اگر تم میں سے (جو شیعہ ہو) تین مومن مجھے مل جائے جو میری  
حدیث ظاہر نہ کرتے تو میں ان سے اپنی حدیثیں نہ چھپاتا۔“  
یہ حدیث کیا ہے۔ حقائق کا ایک تحریر پابلا کتابت جو مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالتی  
ہے۔

۱۔ امام جعفرؑ کو تمام عمر میں تین شیعہ مومن بھی دستیاب نہ ہوئے۔

۲۔ یہ کہ امام جعفرؑ شیعہ مومنوں کا فرج نہیں کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ لازم و ملزوم  
کہ اپنے ظلم اور احادیث سنانا چاہتے تھے۔

۳۔ امام جعفرؑ کو جب تین مومن بھی دستیاب نہ ہوئے تو انہوں نے اپنی احادیث مخفی  
رکھیں اور کسی کو بھی نہیں سنائیں۔ شیعہ کتب حدیث یعنی کافی۔ استبصار  
تہذیب۔ من لایخضرہ الفقیہ میں درج ہزاروں احادیث جو امام جعفرؑ سے منسوب  
ہیں۔ امام ان سے لائقہی کا اعلان کر رہے ہیں۔ لہذا یہ سب بناوٹی اور جھوٹی ہیں  
یعنی کہ خود امام نے فرقہ جعفریہ کی تدبیر تہذیب بھی متعین کر دی۔

۴۔ اسی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ امام اپنی احادیث کو ظاہر نہیں بلکہ مخفی  
رکھنا چاہتے تھے۔ امام کا خواہش حکم کا درجہ رکھتی ہے یعنی امام کے حکم کے مطابق  
ان کی احادیث مخفی رکھنے کیلئے ہیں نہ کہ ظاہر کرنے کیلئے۔ اب کوئی کہیں  
بتائے کہ فرقہ جعفریہ کو برسرِ منبر لانے کے جتن کچھ کیے ہیں خود امام  
جعفرؑ کے حکم کے مطابق یہ بھی ہیں یا کہ نہیں۔ اور اگر نہیں تو کیا یہ تحریم یا یکیشین  
امام اور اسکے حکم کے خلاف نہیں ہے۔ فرقہ جعفریہ کے مترالے اپنے گھر کا خبر  
لیں۔ اور فرقہ کے نفاذ سے پہلے اپنے امام سے دوبارہ مشورہ کریں۔ ہم تو



آنا جانتے ہیں کہ امام نے اس سے بھی آگے قدم بڑھایا ہے۔ لیجیے امام نے فرمایا :-

”میں نے کوئی آدمی نہیں پایا جو میری وصیت قبول کرتا۔ اور میری اطاعت کرتا سوائے عبداللہ بن یعفر کے“

رجال کشی صفحہ ۱۴۰

توجہ فرمائیے امام شاعری نہیں فرما رہے بلکہ حقیقت بیان کر رہے ہیں۔ اس حدیث سے امام نے خود دو باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ جب تک امام بقید حیات رہے صرف ایک مرد میدان ہے ان کی اطاعت کی۔ اگر اس حدیث کو اصول کافی والی گذشتہ حدیث کی روشنی میں پڑھا جائے تو ہمیں عبداللہ بن یعفر کی اطاعت کا مطلب آسانی سمجھ آ جاتا ہے مگر نہ جانے حضرت امام جعفر کا مطلب ان کے نام نہاد ناماء کیوں سمجھ نہیں پا رہے۔

۲۔ چونکہ امام جعفر صرف ایک اطاعت شعار کی دستیاب ہوا اور وہ ہی قابل اعتماد بھی ٹھہرا ہوگا۔ لہذا جو روایت اس سے چلی ہوگی (امام کی خواہش کے خلاف) سب ہی معتبر ہوں۔ اس صورت میں دین شیعہ کا تمام عمل خبر و اعلیٰ پر استوار ہوگا۔ لیکن اس جھگڑے میں پرٹنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ رجال کشی صفحہ ۱۳۸ پر عبداللہ بن یعفر کی شخصیت کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ سے کچھ مختلف نہیں۔ بلکہ تم بھی اس دہی تم بھی دہی“ والی بات ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنہ ۳۶ ہجری تک فقہ جعفریہ کی کوئی کتاب نہ تھی۔ بلکہ امامین ہوتے تھے۔ بلکہ امامیث آئمہ کا مذکورہ بالا چار کتاب میں وجود میں آگئی تھیں لیکن ان میں آئمہ کی جو احادیث درج ہیں ان میں سے زیادہ تر ان اصحاب آئمہ سے

مردی ہیں جن کو خود آئمہ نے ہی گمراہ ملعون و یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر مخلوق قرار دیا ہے۔ لیکن ان نام نہاد اصحاب آئمہ کا ترشہ شاید مطیع نظری ہی تھا۔

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا نام

بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

پانچویں صدی ہجری میں محمد بن حسن طوسی کی تہذیب الاحکام اور استیعار کے بعد فقہ جعفریہ کے کام میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور ان کتابوں کی عام اشاعت بھی نہ ہوئی اور زیر زمین ہی کام ہوتا رہا چونکہ دین شیعہ سراسر مرازم اور اخفا کی چیز ہے اس لیے اگر کسی وقت کسی نے اسکو عام کرنا کی کوشش کی تو اسے سرزنش کی گئی جیسا کہ

قال ابو جعفر ولایت اللہ اسوھا امام باقر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولایت الی جب جبریل واسوھا جبرئیل الی کاراز جبرئیل کو راز میں بتایا۔ جبرائیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسوھا محمد یہ راز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخفی طور پر بتایا الی علی واسوھا علی الی من شاء ثم حضور نے یہ راز حضرت علیؑ کو کان میں اختتم فلذ یحیون خذ لك۔ بتایا۔ پھر حضرت علیؑ نے جسے چاہا بتایا

مگر تم لوگ اسے ظاہر کرتے پھرتے ہو۔  
مگر یا شیعہ مذہب کی بنیاد یعنی عقیدہ ولایت و امامت سراسر ایک راز ہے جس کا حضور لوگوں تک محدود رکھا ہے انتہا ضروری ہے اور اسکا افشا کرنا شیعہ کے آئمہ کی گہلی نافرمانی ہے۔ اور منجبتہ انارافگی کا موجب ہے۔

آئمہ کی اس نارافگی کے اہلدار کے باوجود اٹھویں صدی ہجری میں ایک شیعہ جمال الدین کی نے فقہ جعفریہ کی پہلی کتاب ”لغۃ مشیقہ“ صحیح فقہی طرز پر لکھی۔ چونکہ



اس سلسلے کی یہ پہلی کوشش تھی اس لئے اس کی پذیرائی اور تدارقہ الٰہی ہونا ایک فطری امر تھا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس ہوا۔ جمال الدین کی واجب القتل قرار پانے پر جس سے یہ ثابت ہوا کہ ”لفظہ مشقیہ“ یقیناً علمی یا دینی خدمت نہیں سمجھی گئی بلکہ اس کے الٹ سمجھا گیا۔

جہاں جعفریہ کو جمال الدین کی مورت میں شہید اول پیش کیا دیا۔ علوم میں فقہ جعفریہ کا قدر قیمت اور معیار یقین ہوا۔ جعفریہ حسب سابق زیر زمین کام کرنے لگے۔ دسویں صدی ہجری میں ایک اور شخص علامہ زین الدین کے نام سے سامنے آیا۔ اس نے فقہ جعفریہ کو عام فہم بنانے اور پھیلانے کیلئے متعدد مشقیہ کا شرح فرستے البتہ کے نام سے لکھی۔ جب کتاب کا معنف واجب القتل قرار پایا تو اس کی شرح لکھنے والے کو کوئی جاگیر ملنی تھی چنانچہ اسے بھی اپنے پیشرو کی طرح واجب القتل قرار دیکر قتل کر دیا گیا۔ جعفریہ نے بھی حسب سابق اسے شہید قرار دیکر شہید ثانی کا خطاب عطا کر دیا۔ فقہ جعفریہ کا علمی سرمایہ بس یہی کچھ ہے ممکن ہے چند نیک اور باعمل شیعہ ان کتابوں پر عمل کرتے بھی ہوں مگر اجتماعی طور پر کسی حکومت نے کبھی بھی اس فتنہ کو قابلِ سرپرستی اور قابلِ نفاذ نہیں سمجھا۔

ابتداء میں درج حق الیقین منقولہ ایہ سے لے کر کئی عبارت کے اقتباس میں علامہ مجلسی نے جہاں یہ کہا ہے ”ان لوگوں (یعنی آئمہ) نے فقہ حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے مسائل کو جمع کیا ہے“ وہ ایک تاریخی غلطی ہے۔ زرارہ۔ محمد بن مسلم اور ابو یوسف وغیرہ جن کے نام درج کیے گئے ہیں، انہوں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی بلکہ ان کی وفات سے دوسرے سے دیکر تین سو سال بعد تک لوگوں نے ان کے نام سے روایات جمع کر کے وہ چار کتابیں تصنیف کیں جن پر اوپر بحث کی جا چکی ہے۔

اسی اقتباس میں جہاں علامہ باقر مجلسی نے کہا ہے ”ان لوگوں کا اختصار آئمہ طاہرین کے ساتھ معلوم و مستحق ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اس کے شاگردوں کا اختصار ہے“ یہ تشبیہ اور تشبیل بھی خلاف حقیقت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کے حالات ان لوگوں سے قطعاً مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگردوں میں سے چالیس بارہن فن کی ایک مجلس مذاکرہ بنائی تھی جس کا ہر آدمی ایک خاص فن تھا ہمارے مکتبہ جعفریہ یا شہد درمیشین جو تا وہ قرآن و سنت اور تہذیب و معاشرت کی روشنی میں زیر بحث آکر لے ہوتا جب بھی وہ لوگ کسی نتیجے پر پہنچتے تھے تو امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے امام محمد شیبانیؒ لے کر لیتے تھے۔ اسی طرح تربیت پاکر امام محمد شیبانیؒ کی چھ تصانیف فقہ حنفی میں کتب ظاہر و باطن کے نام سے مشہور ہوئیں اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے ایک اور شاگرد ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج تصنیف کی۔ فقہ حنفی نہ صرف عباسی خلفائے بانات و طہر پر اپنی سلطنت میں رائج کی بلکہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی نافذ کی گئی۔ اس کے مقابلے میں علامہ مجلسی نے جن اصحاب آئمہ کو مندرجہ بالا اقتباس میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کو ساتھ تشبیہ دی ہے انہوں نے مذکور کتاب تصنیف کی نہ ہی قرآن و سنت تک پہنچے۔ بلکہ صرف امام کی بات بلکہ (اگر یوں کہہ دیا جائے تو بجا ہوگا کہ) امام سے منسوب کر کے اپنی بات بیان کرتے رہے۔ اور علحدہ میں آئے انہوں نے انہی کی روایات کو جمع کر کے فقہ جعفریہ کا نام دے دیا۔ جہاں تک اس فقہ کا کسی ملک میں رائج ہونا یا تعلق ہے تو یہ بات خراب و خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد میں وہاں فقہ رائج بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی کی روشنی میں اپنے ارشادات اور صحابہ کی علمی تربیت کر کے رائج فرمائی



حضرت علیؑ نے اپنے عہد خلافت میں اس فقہ سے بال برابر بھی انحراف نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے بھی وہی فقہ رائج رکھی جو خلفائے ثلاثہؓ کے عہد میں رائج رہی۔ اگر حضرت علیؑ کوئی نئی فقہ رائج یا نافذ کرتے، چاہے اس کا نام فقہ جعفریہ ہو تا کوئی اور متز یا بے نام ہوتی یا اس فقہ سے مختلف ہوتی جو خلفائے ثلاثہؓ کے عہد میں رائج رہی تو بعد میں آنیوالوں کو بھی حق پہنچنا تھا کہ اس علوی فقہ کے نفاذ کا مطالبہ کرتے یا اس کے لیے جدوجہد کرتے۔ جس فقہ پر ابوالاکثر حضرت علیؑ نے پوری زندگی اور پورا عہد خلافت گزار دیا۔ خدا جانے اس علیؑ سے محبت کے دعویداروں کو اس فقہ سے آغایہ کیوں ہے۔ علیؑ سے محبت لیکن ان کی طرز زندگی سے سیر !!!  
 صحیح - یا مال مگر اس شہر شامسنگ نہ دارد

یہی وہ فقہ ہے جو خلفائے عباسیہ کے عہد میں آکر اور باقاعدہ فقہی مرتبہ سے مدون ہو کر فقہ حنفیہ کے نام سے اُسی پرانی صورت اور اُسی بنوی اصول پر رائج ہوئی اور پھر تقریباً تمام اسلامی سلطنتوں میں یہی فقہ حکومت کے زیرِ نظام نافذ ہوتی رہی۔

اس لیے فقہ جعفریہ کا نذرہ لگا نیوالوں سے گزارش ہے کہ پہلے اپنے گھونکی خبریں۔ نذرہ لگانے سے پہلے اصول کافی صفحہ ۲۹۶ پر امام جعفرؑ کی ان کی احادیث کو پوچھنا دیکھنے والی حدیث دوبارہ پڑھیں۔ پھر ممکن ہے ان کو یہ قطعہ بامعنی معلوم ہو۔

جو ہمیں دیتے تھے تعلیم سکوت  
 ہم کو وہ اجاب یاد آئے بہت  
 ہم جو پپ رہنے سے رہتے تھے خجل  
 بولنے کے بعد پچھتاتے بہت

پبلک لا

(اجتماعی مسائل)



# باب النکاح

نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک مرد اور عورت کے درمیان ایک مستقل اور عمر بھر کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں فقہ جعفریہ پنچوں علوم کے سلسلے پانچا سو ہیں دیان قانون اور حکومت کیلئے بھی بڑی آسانیاں رکھی گئی ہیں مثلاً :-

## نکاح

۱۔ فروع کافی طبع جدید ۵ : ۳۸۷  
عن زید بن اعمیر قال سئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یتزوج المرأة بعین مشہود فقال یتزوج من اجل الولد سے نکاح کرے امام نے فرمایا کوئی خراج نہیں لاجرم بتزوج التبتہ فیما بینہم اللہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے نکاح دین اللہ انما جعل الشہود فی توثیق التبتہ من اجل الولد سے اگر نکاح میں اولاد مقصود ہو تو بغیر گواہ خالی نہ سمی کرنے جائز ہے۔

امام نے جائز اور ناجائز میں حد فاصل تو بتادی کہ اولاد مقصود نہ ہو تو کوئی مرد کسی عورت سے جب چاہے تنہائی میں بغیر گواہوں کے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں دو امور قابل غور ہیں۔

آدھل یک زانی اور زانیہ کا مقصد حصول اولاد نہیں ہوتا بلکہ محض آزاد ہر شہوت رانی ہوتا ہے۔ لہذا فقہ جعفریہ میں زنا ناما کی کوئی چیز اگر ہو سکتی ہے تو مرتب اس صورت میں کہ جب یا لہجہ ہو۔ درہم زنا ایک جائز نکاح ہے جس سے سلسلے گواہوں کی ضرورت نہیں۔

دوسرا یہ کہ اگر حکومت اور قانون فقہ جعفریہ کی اس پیشین گوئی کو تسلیم کر لے تو زنا کی مدح جاری کرنے کا تکلف نہیں کرنا پڑے گا۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۳ : ۲۵۱

عن مسلم بن بشیر عن ابی عبد اللہ امام جعفر سے اس آدمی کے متعلق سوال علیہ السلام قال سألته عن رجل یتزوج المرأة بعین مشہود فقال اما یتزوج من اجل الولد کے بغیر نکاح دینہا بنیہ دین اللہ عن علیہ نلیس جو گواہ ہے لیکن اگر کسی ظالم حکمران بعد شہوت لیکن ان اخذہ سلطان نے پکڑ لیا تو سزا بناتر عاقبتہ۔

سوال یہ ہے کہ ظالم حکمران ایسا کیوں کر گیا کیا اسے فقہ جعفریہ یاد نہ ہوگی یا ملک میں فقہ جعفریہ لاگو نہ ہوگا۔ بہر حال ظالم آخر ظالم ہی ہے۔ انصاف پسند بادشاہ تو ایسے بن جائیں کہ ان کو دیکھا کیونکہ اس نے بلا وجہ گواہوں کو تکلیف نہیں دی اور بڑے تکلفی سے یہ ہم خود سر کر لی۔ بہر حال سلطان جابر کا کھٹکا ظاہر کرتا ہے کہ چور اندر موجود ہے منیر کچھ کے قریب ہے اور کتے کھوکھ بکری کا آواز دیکر اس کا گشت حق سے آواز مشکل ہو رہا ہے۔



۲۔ اس میں بھی دلیل ہے اللہ کا ایک مثال فردوس کافی۔  
جلد ۵ صفحہ ۴۱۷ میں بھی ہے جس سے کہ عقلمند حل ہوتے ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال  
جامعۃ امة الى عسوف قالت انی بینیت  
خطہ ورفۃ فامر بجان توہم فاجس  
ینزلہ امیر المؤمنین صلوات اللہ  
علیہ فقال کیف ذینت نقالت موت  
بالا ویک خاصا بمن عطش شدید  
فامتیقت اعدایا فابی ان یسقی  
الان امكنہ من نفسی فلما اجد فی  
العطش وخفت علی نفسی سقانی  
فامکنہ عن نفسی فقال امیر المؤمنین  
هذا کفر فبحم وریب الکعبۃ۔

ابا جعفر سے روایت ہے کہ ایک عورت  
حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہا کہ میرا نہانہ کی  
رنگب ہوئی۔ مجھے پاک کر دیجیئے حضرت  
عمرؓ اسے سنگسار کر نیک حکم دیا اس کی  
اٹھارہ حضرت علیؓ کو ہوئی انہوں نے اس عورت  
سے پوچھا تو نے کس طرح زنا کیا اس نے  
کہا میں جنگل میں تھی مجھے سمت یاں لگی  
میں نے اعرابی سے پانی مانگا اس نے صرف اس  
شرط پر پانی دیا منظر کیا کریں اسے اپنے  
دو در پر قدرت سے بدل جب پانی سے  
مجھے بھرد کر دیا۔ مجھے جان کا خطرہ تھا  
تو اس نے مجھے پانی پلایا اور میں نے اپنے  
جان پر اختیار دیدیا امیر المؤمنین نے فرمایا  
دب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ :-

(۱) اس عمل اور عورت علیؓ کو عورت نے زنا سمجھا۔ اور حضرت عمرؓ کے سامنے اقرار کر کے  
اپنے آپ کو پاک کرنے کی درخواست کی اور حضرت عمرؓ نے بھی اسے زنا قرار دیکر  
اسے سزا سنائی۔

(۲) عورت اہل زبان اور مسلمان بھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت کے  
عام مسلمان اس عورت واقعہ کو زنا سمجھتے تھے۔

(۳) حضرت عمرؓ امیر المؤمنین تھے۔ اہل زبان عاصی علم اور شریعت کے باہر تھے ان  
کے فیصلہ سے ظاہر ہوا کہ شریعت اسلامی اسی امر کو زنا قرار دیتی ہے۔

(۴) روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سزا سنانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت  
کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہے چلی جائے جس کے بعد حضرت علیؓ نے اس کی اٹھارہ  
گھنٹہ ہوئی۔

(۵) اس عورت کی ملاقات حضرت علیؓ سے اتفاقاً ہوئی یا انہوں نے خود اسے بلایا یہ بات  
روایت سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی۔

(۶) حضرت علیؓ نے اس عمل کو نکاح قرار دیدیا جسے عرف عام اور فقہ اسلامی میں  
زنا قرار دیا جاتا ہے۔

(۷) فقہ جعفریہ میں یہ عمل نیکاح ہے مگر حضرت عمرؓ کے عہد میں فقہ جعفریہ اسلامی  
حکومت میں رائج نہیں تھی۔

(۸) حضرت علیؓ کو عورت کے سزا پانے سے پہلے واقعہ کا علم ہو گیا مگر انہوں نے  
نہ تو حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ سزا کا حکم واپس لے لیں اور نہ ہی فقہ جعفریہ  
رائج کرنے کیلئے ہم چلائے۔ پہلی صورت میں ان پر کتمان حق کے ارتکاب کا  
شوبہ آتا ہے۔ اور دوسری صورت میں دین کے معاملے میں ان کی بندوبست ثابت  
ہوتی ہے اور مسلمانوں کے نزدیک یہ دونوں باتیں حضرت علیؓ کی شخصیت  
سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

(۹) روایت میں ”وخفت علی نفسی فامکنہ“ والا جملہ ایک معنی معلوم



ہوتا ہے جان کا خطہ عورت کو عورت تھا مگر اس کے بارے اعدائی کو کیسے  
معلوم ہو گیا اور اس نے اس سے فائدہ اٹھایا یہاں ترتیب بتا رہی ہے کہ بانی پلا یا  
پھر عورت نے اسے اپنی جان پر تدرت دیدی جب عورت نے پانی پی یا تو وہاں  
نہ گئی ماب ظاہر ہے کہ عورت نے پانی میں ہند کا بنا پر یا بطور خشک کیا اس  
شخص کے احسان کا بدلہ ادا کرتے ہوئے اسے اپنی جان پر تدرت دیدی ۔  
(۱۰) حضرت علیؑ نے جس نعل کو رب کعبہ کی تم کھار نکاح قرار دیا اس میں گواہ  
کرتی نہیں تھے ۔ فقہ جعفریہ میں اس کا اصطلاحی نام متعدد بھی ہے جو فقہ  
جعفریہ میں قابل تفسیر نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی عبادت ہے جیسا کہ تفسیر ۔  
ہینج الفرائین صفحہ ۲۹۳:۲ پر مرفوعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے منسوب کر کے یہ حدیث درج کی ہے ۔

قال رسول الله من تمتع مودة ذرة كذبة  
الحسين ومن تمتع مرتين ذرة الحسن  
ومن تمتع ثلاث مراتب ذرة كعبه  
على ابنه الحسين طالع من تمتع اربع  
مراتب ذرة كعبه كذبة جنة

### ۴۔ تہذیب الاحکام ۷ - ۲۴۸

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال  
انما جعلت البینة فی النکاح من  
اجل الموارث

روایت میں انما کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ نفیس نکاح کیساتھ گواہوں کا کوئی تعلق  
نہیں ۔ لیکن جب میراث کا جھگڑا ہو تو گواہوں کی تکلیف دہی کی کیا ضرورت ہے !!!

## داخلی آزادی

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۳ : ۲۴۳

مثل ابو جعفر عن رجل کان  
عنده امرأة فخرنی بامها  
او ابتھا او اختھا فقال ما حکم  
حرام قط حلالا ۔  
امام باقرؑ سے ایک آدمی کے متعلق سوال ہوا کہ  
اس نے اپنی بیوی کا مال سے اسکی بیٹی سے اور اس  
کی بہن سے زنا کیا تو کیا حکم ہے فرمایا ٹھیک ہے  
کوئی حرام کی حلال کو حرام نہیں کر سکتا ۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ

وان ذلک رجل با امرأة ابنته  
ما مودة ایہ اوجادیتک  
ایہ فان ذلک لا یعد محرم علی عجا  
ہاں ایک بہن پر ذرا پابندی گادی گئی ہے ۔ فردغ کافی میں اسکا ذکر متعدد مقامات پر ہے ۔  
تہذیب الاحکام ۷ : ۳۱۹ : ۳۱

ومن فخر بخلام نادیتہ بعد تحلل  
اختہ دلا مہ ولا بنتہ ابلا ۔  
تہذیب الاحکام

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی رجل  
لعب بخلام حل علی لواطہ قال ان کان  
نقبت فیہ فلا ۔  
امام جعفرؑ سے ایک آدمی کے متعلق سوال ہوا کہ ایک مرد  
لعب بخلام حل علی لواطہ سے لواطت کی تو کیا اسکی ماں اسکی بیٹی کے حلال ہو گی ۔

لواطت اور اس کا گھر پر زندگی پر اثر کسی نہ کسی طور پر بیان کر دیا گیا ۔ بلکہ اسکی تالانی اور مخفی حیثیت  
کے متعلق ان احکامات میں ہمیں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ ایک گناہ کا نام یا قابل تفسیر یہ حرام ہے ۔ البتہ  
فقہ جعفریہ میں وہ دوسرے مقامات



پر رطابت کے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جو درج ذیل ہے۔

## عمل قوم لوط اور فقہ جعفریہ

۱۔ فرق الشیخ ابو محمد الحسن بن موسیٰ شیعروں کے شہید ثالث علامہ نور اللہ ثورستری نے اپنی کتاب مجالس المؤمنین (۲۲۹:۱) پر اس کتاب کے صفحہ ۹۲ سے رطابت کے بارے میں درجہ ذیل اقتباس لکھ کر ہے۔

وقالوا یا بایحۃ المحارم من الفرج والفلان ولعلوا فی ذلک بقول اللہ تعالیٰ محذوہا

مرد یہ کہہ کر لوگوں سے وحی حلال ہے اور ردیل کہہ کر ان میں سے کیا نکاح کرتا ہے لڑکوں اور عورتوں کے ساتھ۔

اور یہ جہم مذکورہ انا کی تیسرے جعفریہ کے نگاہ سے کہ کچھ ایسی نظیر شکیلی ہوگی۔ بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا کہ فقہ جعفریہ میں لڑکوں سے نکاح کرنا حلال و منشاء سے قرآنی کے میں مطابق ہے۔ ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائے کیا۔

## ۲۔ تہذیب الاحکام

سالت ابا الحسن الرضا علیہ السلام عن امری رضا سے عورت کے ساتھ وحی کی حالت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا قرآن کا آیت نے لے حلال قرار دیا حضرت بردار نے فرمایا یہی ہیں تمہارے لئے پاکیزہ میں وہ جانتے تھے کہ قوم لوط قبل سے وحی کرنا نہیں جانتی تھی۔ یعنی ظاہر ہونے لگا کہ وہ علم انہم لا یریدون الفرج۔

## ۲۔ تہذیب الاحکام ۴۱۳: ۷

عن عبد اللہ بن ابی لیفور قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن عورت کے ساتھ وحی کی اللہ کے عن الرجل یا تم فی المرأة فی دہقا قال لا بأس به اذا مضیت اگر عورت راضی ہو۔

## ۳۔ تہذیب الاحکام ۴۱۵: ۷

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا اتی الرجل المأخوذ بالردیج صاحتہ لم ینقض صومہ ولو لیس علیہا غسل۔

۴۱۔ جعفر نے فرمایا کہ عورت روزے سے ہو جائے مرد رمضان کی بات اور مرد اس کے ساتھ وحی اللہ کرے تو عورت کا روزہ ٹوٹے گا نہ اس پر غسل واجب۔

## ۵۔ استبصار ۵۴: ۱

مسئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یرید الیہ المرأة فی الفرج علیہا غسل ان ھو انزل ولہ منیزل۔

مسئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یرید الیہ المرأة فی الفرج علیہا غسل ان ھو انزل ولہ منیزل۔

مسئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یرید الیہ المرأة فی الفرج علیہا غسل ان ھو انزل ولہ منیزل۔

مسئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یرید الیہ المرأة فی الفرج علیہا غسل ان ھو انزل ولہ منیزل۔



## حرمت مصاہرت

گذشتہ اوراق میں یہ تو گزرتا ہے کہ بیوی کی ماں، بہن وغیرہ سے زنا کر کے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن فقہ مکمل کرنے کیلئے حرمت مصاہرت کا ہر حال کوئی نہ کوئی شیخ ضرور ہونی چاہیئے۔ چنانچہ یہاں ہمیں خانہ بیری کر دی گئی ہے من لایحضرہ العقیقہ ۲۴۳:۱۲ ملاحظہ فرمائیے۔

ان الرجال اذا تزوج المرأة من ذی  
قبل ان یدخل بها لم یحل لہ  
کانہ ذان ویفوق بینہا۔ ایک مرد نے عورت سے نکاح کیا مگر  
اس سے پیشتر اس نے زنا کر چکا تھا نکاح  
کے باوجود بھی وہ عورت اس کے حلال نہ ہوگی ان  
دو ذیل میں تفریق کی جائے۔

یعنی اگر کسی عورت سے زنا کیا ہے تو پھر اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی  
میں نہ زنا کر ہی لے تو ایسے مہاں بیوی میں تفریق کرائی جائے۔  
سے آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا۔

## سہولتیں ہی سہولتیں

۱۔ من لایحضرہ العقیقہ

عن ابی جعفر علیہ السلام قال  
لا تنکح ابنتہ الاخ ولا ابنتہ الاخت علی  
عمتھا وخالہا الا باذنہما و تنکح  
العمة وخالہ علی ابنتہ الاخ  
ابنتہ الاختہ یعنی ان دونوں کا  
وام باقر فرماتے ہیں بھتیجی کو کچھ بھی پرنکاح  
میں نہ لایا جائے اور بھتیجی کو اس کا خالہ پر  
سوائے ان کی اجازت کے اور بھتیجی بھتیجی پر  
نکاح میں آ سکتی ہے اس طرح خالہ بھتیجی  
پر بھتیجی ان کی اجازت کے نکاح میں آ سکتی ہے۔

فردوس کافی ۵: ۲۲۵۱ پر امام باقرؑ کا یہی مفصلہ درج ہے اسی طرح تہذیب الاحکام  
۲۲۲: ۷ پر یہی مفصلہ لکھا ہے۔

## ۲۔ تہذیب الاحکام ۲۲۲: ۷

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر  
علیہ السلام قال قلت لہ ارجو ان یحل  
لاخیہ جاریہ قال  
نعم کا جائز ہے بل لہ  
ما احل بینہا چیز اس کیلئے حلال ہے۔

## ۳۔ تہذیب الاحکام ۲۲۲: ۷

عن ابی بصیر قال سألت ابی  
عبد اللہ علیہ السلام عن امرأت  
اخذت لابنہا من زوج جاریہ  
قال هو حلال لہ قلت ایحل  
لہ منہا قال کا اٹھا یحل لہ  
جا اہل لہ۔ ابو بصیر سے روایت ہے میں نے امام  
جعفر سے پوچھا کہ ایک عورت اپنی نوٹری  
کو اپنے بیٹے کے لئے حلال کر سکتی ہے  
فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے میں نے پوچھا  
اگر وہ نوٹری کو فروخت کر دے تو رقم  
اس کے لئے حلال ہوگی فرمایا نہیں مرد و عورت  
اس کے حلال ہوگی۔

## ۴۔ تہذیب الاحکام ۲۲۲: ۷

عن ابی جعفر علیہ السلام قال  
سألت رجل ابی عبد اللہ علیہ السلام  
عن عتقہ عن عاتقہ الفاج فقال  
حرام ثم مکثت فلیلا ثم قال مکثت  
لا ما شئ بان یحل لہ جاریہ لاخیہ۔ امام جعفر سے پوچھا گیا کہ عاتقہ عاتقہ کی بیوی کی جا  
سکتی ہے منہ یا حرام ہے پھر  
مقرر فرمایا حرام ہے۔ لیکن اس  
میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی آدمی  
اپنی نوٹری کی شرمگاہ عاتقہ اپنے بھائی کیلئے  
حلال کر دے۔



## تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۸۱

عن ابی بصیر قال سئل الربیع بن عبد اللہ ابو بصیر سے روایت ہے امام جعفر سے  
علیہ السلام عن المتعہ اھی من پرچھا گیا مستحکم تدار چار میں شامل ہے  
الاربیع فقال لا وکن من السبعین فرمایا چار کیا ستر سے بھی زیادہ کیا کہہ کر  
سکتا ہے۔

## ۴- تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۹۰

عن زید بن عیینہ عن ابیہ عن الربیع بن عبد اللہ زید بن عیینہ سے روایت ہے امام جعفر سے  
علیہ السلام عن زید بن عیینہ عن ابیہ عن الربیع بن عبد اللہ پرچھا گیا مستحکم تدار چار میں شامل ہے  
الاربیع قال تزوج منہن انفا فرمایا چار ہے ایک ہزار سے متکرر کیونکہ  
نہن متاجرات۔ یہ تو اسبرت کا معاملہ ہے۔

## ۷- تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۹۳

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام (ابو سعید اخول سے روایت ہے)  
ادنی ما یفزع بہ المتعہ قال کم سے کم کتنی اجرت ادا کرے فرمایا ایک  
کفن من بر۔ سخی بعد گندم کافی ہے۔

## ۸- تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۹۶

سألت ابی عبد اللہ علیہ السلام میں نے امام جعفر سے ایک مرد کے متعلق  
عن الدہل بیت زوج علی عوج پرچھا جو جلنے کی ایک کڑی کے عوض متہ  
واحد قال لا بأس وکن فی الخدم سرے فرمایا کوئی حرج نہیں لیکن جب نازع  
فلینحول ولا یمنظر ہرگز نہ کر اس عورت کی طرف نہ دیکھے۔

اسلام میں نکاح کچھ جانین کا مسلمان ہرنا شرط ہے اور اسلامی فقہ میں

قرنی تقاضوں کے پیش نظر کفر کا خیال بھی رکھا جاتا ہے اس طرح انتخاب کا دائرہ  
لازماً محدود رہ جاتا ہے فقہ جعفریہ میں نکاح متہ کیسے تمام حدود ختم کر دی  
گئی ہیں تاکہ فقہ جعفریہ کے متزاہدوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہنے پائے۔

## ۹- تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۹۷

محمد بن سنان امام موسیٰ رضا سے

حالتہ عنہ نکاح الیہودیۃ میں نے لفرانی اور یہودی عورت سے  
والنصرانیۃ فقال لا بأس متہ کر نیکی سے پرچھا منہ پایا کوئی حرج  
قلت لمجوسیۃ فقال لا بأس نہیں پھر میں نے مجوسی عورت کے متعلق  
کہ لیجوسیۃ۔ پوچھا فرمایا کوئی حرج نہیں۔

## ۱۰- تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۹۸

مسئۃ اراد الدہلۃ تزوج المتعہ جب آدمی متہ کرنا چاہے تو عورت  
فلیس علیہ التفاتش عنہا بل یفعل کے متعلق تفاتیس نہ کرے کون ہے  
فی قولہا۔ کیسی ہے بلکہ جو کچھ کہے اسے سچ سمجھو۔

## ۱۱- تہذیب الاحکام ۷ : ۲۵۹۹

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر سے عرض کیا  
قلت انی تزوجت امۃ متعہ فوقہ میں نے ایک عورت سے متہ کو بیڑوں میں  
فی نفسی ان لہا نہ جا ففتشت عنہ خیال آیا کہ یہ شادی مذہب میں آج ہے پرچھا  
قلت فوجدتہ لہا نہ جا فقال رسول اللہ تو واقعی اسکا فائدہ تھا تو اس نے یہ نفس لیا



## نکاح کے معاملے میں صرف ایک یا بندی

لوں تو نکاح کے معاملے میں انتخاب کے سلسلے میں فقہ جعفریہ میں بڑی درست نظر سے کام لیا گیا ہے شیعوں کے نامہ نویسوں سے نکاح کرنے پر سخت پابندی لگا دی گئی ہے۔

## ۱۔ شروع کافی ۵ : ۳۸۸ : ۳۴۹ طبع دستوران

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال امام جعفر نے فرمایا کوئی مرد کسی لایق زوجہ المومنہ الناصبۃ المعروفۃ ایسی عورت سے نکاح نہ کرے جو سنی ہو یہی کی جاتی پہچانی ہو۔

۲۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لہ القفیلۃ تزوج الناصبۃ نیکو عورت سے نکاح کر لوں فرمایا نہیں۔ قال لا۔

۳۔ عن عبد اللہ بن مسانہ قال عبد اللہ بن مسانہ نے کہا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا جو مرد کسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے جو کہ وہ شیعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ شیعہ عورت کے وارث رد کرنے پر تادم میں اور رد کر نیک علم بھی ہے۔ فرمایا کوئی شیعہ مرد سنی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور نہ سنی مرد شیعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے اگر کہیں کسی بھی شیعہ عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

## ۳۔ شروع کافی ۵ : ۳۵۵

۴۔ عن القفیلۃ بن یسار قال سالت ابا عبد اللہ عن نکاح الناصبۃ فقال لا والله ما یحل۔ فرمایا نہیں خدا کی قسم شیعہ عورت سے نکاح حلال نہیں۔

## ۵۔ شروع کافی ۵ : ۳۵۱

عن عبد اللہ بن مسانہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالہ الخ۔ فرمایا کہ میں نے پوچھا کہ کیا ہے نکاح کیا ہے فرمایا جو سنی عورت سے نکاح کیا ہے۔ عورت سے نکاح زیادہ محبوب ہے۔ فرماتے : روایت مذکورہ، اسی الفاظ کے ساتھ استنباط ۳ : ۹۹ پر بھی درج ہے۔

## ۴۔ من لا یحضرہ الفقیر ۳ : ۲۵۸ باب النکاح

لا ینکح من لا یحضرہ المسلم منکرا ان کسی مسلمان مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ سنی عورت سے نکاح کرے اور شیعہ نامیہ لا یحضرہ عندہ قال یصنعے مرد اپنی بیٹی کسی سنی مرد کو نہ دے اگر نکاح ہر چاہے ترسی کے پاس مت رہے جس شخص نے آن محمد کی مخالفت کی (جیسا کہ سنی اسکالر اسلام کو کٹھن صہبہن اس کا بچہ ان کے نکاح حرام ہے۔)

## ۵۔ تہذیب الأحکام ۴ : ۳۰۳

قال الشیخ رحمہ اللہ لا یجوز نکاح سنی عورت سے نکاح کر سکتا۔



الناصبۃ المظہرۃ لحدیثہ آل محمد  
علیہ السلام یدل علی خلافہ ما ثبت  
من کونہ حلالاً باحدتہ لیس ثابت ہو چکا ہے کہ کفر میں یہ ان ظالم  
ہذا موضع شرحہا واذنبت کے بیان نزدیک موقوف نہیں جو نہیں کہ کفر پر  
کفر ہم فلا يجوز ہنا وال میں جب ان کا کفر ثابت ہے تو ان سے  
کحتہم - نکاح حرام ہے -

#### ۸۔ تہذیب الاحکام ۷ : ۳۰

عن الفضیل بن یسار قال سالت ابا  
جعفر علیہ السلام عن المرأة العاقۃ  
هل ازوجها - قال لا لان  
الناصبۃ کافر -

#### ۹۔ تہذیب الاحکام ۷ : ۳۰

عن ابی جعفر علیہ السلام قال  
ذکر الناصب فقال لا ینکحہم ولا  
تأکل ذبیحتہم ولا یتکلم بہم -

#### ۱۰۔ الممحة الدمشقیہ ۵ : ۲۲۲ : ۲۵ : ۲۶ مسئلہ کفایت

فلما عتبت فی النکاح فلا يجوز  
للمسلمۃ مطلقاً التزویم بان کافر  
دھو موضع وفاقہ ولا يجوز النکاح  
التزویم بالحنیۃ لان الناصب

مشترک السہودی والفضل الخ علی  
حادی فی اخبار اہل بیت علیہم  
السلام وکذا لکس ای دھو  
تذکرۃ سنج المومنین بالناصبۃ من الایم  
اول المتعہ - ہر یا متعہ ہو -

#### ۱۱۔ الممحة دمشقیہ ۵ : ۲۳۳

عن عبد اللہ بن یحیی عن ابی عبد اللہ  
علیہ السلام قال ما پاک ان تغسل من  
عناۃ الحما وینہا لتتبعہم عناۃ الطالب  
والفضل الخ والجموں والناصب لنا  
اہل البیت فہو بشہدہم فانک اللہ  
تعالی لم یخلو خلقا یحسن من  
الکعب والناصب لنا اہل البیت  
لا یجس منہ -

فردی کافی، کتاب الرسائل، جامع عباسی اور الرقعة الجلیہ میں یہ فتاویٰ درج ہیں -  
ان تمام روایات اور فتاویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کا سنا عورت کیساتھ اور شیعہ عورت  
کا سنا مرد کے ساتھ نکاح حرام ہے یہ کبھی طرح یہ کفر نہیں کر سکتے یا درسی بدترین  
مخلوق ہے - یہ نفع جعفریہ کا اتفاق اور اجماعی مسئلہ ہے -

#### ناصبی یعنی سنی کی پہچان

مندرج بالا ساری بحث میں جس گروہ کو نشانہ بنایا گیا ہے اس کے لئے ناصبی لفظ استعمال کیا



تیا ہے۔ اس لیے اس لفظ کے معنوں کی تعین ضروری ہے۔ جو فقہ جعفریوں کی گئی ہے۔

### ۱۔ انوار الغمایت

و لعلک تقول ان مخالفنا یذہبون  
انہم لا یخفون علیا و هذا زعم  
باطل و تذہبی عن رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ان علامہ و تفصیلہ علیہ۔  
کہ ان پر کسی کو نفی دیا جائے۔ اور ان سے کسی  
کو مستحکم سمجھا جائے (خلافت میں)

### ۲۔ استبصار ۱ : ۱۰

عن الصادق علیہ السلام انه ليس  
الناصب من نصب من اهل البيت  
نا نه لا تجدر لایقول انا البفض  
محمد و آل محمد و لكن الناصب من  
نصب لک و هو یحکم انک

۳۔ حق الیقین صفحہ ۶۸۸ علامہ باقر مجلسی بیان کرتے ہیں۔

ابن ادریس نے کتاب سرائر میں کتاب مسائل محمد بن علی بن عیسیٰ سے روایت کی  
ہے۔ کہ لوگوں نے حضرت علی نقی کی خدمت میں عریفہ لکھا کہ ہم ناصبی کے جاننے اور  
پہچاننے کے اس سے زیادہ محتاج ہیں کہ حضرت ابیہ المزینی پر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو مقدم  
جانے اور ان دونوں کی امامت کا اعتقاد رکھنے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا سو جو  
یہ شخص اعتقاد رکھتے وہ ناصبی ہے یا

## باب ستر عورت

انسان کے جسم کے بعض حصوں کو ہر حال میں دوسروں سے مستور رکھنا یا دی انسانی  
اخلاق میں شامل ہے پھر تا مذہب عالم میں عبادت کے سلسلہ میں بھی جسم کے کچھ  
حصوں کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے جسے فقہ اصطلاح میں ستر عورت کہتے ہیں  
اس سلسلہ میں اسلام میں مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ حدود مقرر ہیں  
جن میں کافی پابندی اور تکلف کو دخل ہے۔

حکومت دقت کو بھی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے برہنگی، عسریانی اور  
بد حیاتی کو رد کرنے کیلئے، حکامات نافذ کرنے پڑے ہیں گو کہ ناکافی ہی تھی تاہم اگر نیک  
کے نام سے ہوتے قانون میں بھی ایسی دفعات موجود ہیں۔ جنکی رو سے عسریانی اور  
فحاشی کو قابلِ مراخذہ کو حرم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ کی رو سے ایسی  
حرکات پر مراخذہ ممکن ہی نہیں۔

ستر کی یہ پابندیاں اخلاقی اور قانونی ضرورت میں اور فطرت انسانی  
کے عین مطابق بشرطیکہ انسان ترقی معکوس کرتے ہوئے اس منزل پر نہ پہنچ گیا  
ہر جہاں قانونوں سے مماثلت پیدا کرنے کیلئے وہ اپنے لیے نہ صرف بیاری برہنگی  
کا فی سمجھے بلکہ ناگئے کلب (Nude club) تنظیم کر کے اسے تہذیب کی معراج  
سمجھنے لگے۔ فقہ جعفریہ میں ستر عورت کے سلسلے میں اتنی آسانیاں رکھ دی گئی ہیں کہ  
مغربی تہذیب جہاں تک جی چاہے ترقی معکوس کر جائے وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔ اس سلسلہ  
میں فقہ جعفریہ سے چند روایات پیش خدمت ہیں۔



# باب الحدود

سنہ کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے ہارین فن اسی امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ سنہ کا مقصد ایذا نہیں ہوتا بلکہ اصلاح ہوتا ہے۔ پھر ہر اصلاح کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ بلا لڑنے مجرم کی اصلاح ہوئی رہے اور دوسرے معاملہ میں۔ دوم یہ کہ اگر مجرم ایسا سنگین ہو کہ مجرم کا جوہر ہی سراپا جرم بن جائے تو معاشرے کو مجرم کے جوہر کے ہٹا دینا چاہیے۔ اور دوسرے یہ اقدام معاشرے سے اس جرم کے امتیعال کا ذریعہ بن جاتے۔

شریعت اسلامی نے جرائم کی دو میں تسلیم کی ہیں۔ اول ایسے جرائم جن کی سزا خود خالق انسان نے مقرر کر دی ہے ایسی سزاؤں کو حدود کہتے ہیں۔ اور خدا کی مقرر کی ہوئی سزاؤں کی ہمیشہ یا تو ہم کی اجازت۔ کہیں کہیں نہیں۔

دوم ایسے جرائم جن کی سزا حکومت تجویز کرتی ہے ایسی سزاؤں کو تعزیر کہتے ہیں۔ جہاں تک حدود کا تعلق ہے شریعت اسلامیہ میں زنا کی سزا سنگسار کرنا یا ستودہ لگانا ہے۔ اور جوہر کی سزا اٹھ کاٹنا ہے۔ یہ سزائیں کتاب اللہ میں بیان ہوئیں، اور نبی کریم نے عطا نہیں ایک مثالی معاشرہ میں جاری کیا۔ پھر غلات و راشدہ میں حضور کے پیش کردہ نمونے پر عمل ہوتا رہا۔ پھر جہاں کہیں بھی مجمع مسکنوں میں اسلامی حکومت رہی ان حدود کا پابندی ہوتی رہی۔

دور الین مطالعہ فقہ جعفریہ کی محفوض خوبی جو واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کی محفوض کی ہوئی سزا کو تو نہیں چھیڑا گیا مگر ایسی آسانیاں پیدا کر دی گئیں کہ جیسے بھی موتا رہے اور حد بھی جاری نہ ہو سکے۔ جہاں جرم کو نہیں چھیڑا گیا وہاں جیسے مضامین فرمایا کیلئے صورتیں پیدا کر لی گئیں۔ اب ہم ان دونوں کی خوبیاں یا خامیوں کی وضاحت کرتے

# زنا کی حد

شریعت اسلامیہ میں زنا کی حد سنگسار کرنا یا ستودہ لگانا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا یہ حد نافذ کر کے اس جرم کے گناہ دلہن کا احساس دلایا۔ اور معاشرہ کی اصلاح کی صورت بنادی۔ یعنی ایسے شخص کا جو زنا سے انابت کے چہرے پر کلک کاٹا ہے۔ ہذا یہ زمین کی سطح پر متحرک غلط راستے بلکہ نہایت ذلت سے زیر زمین دوبار جاتے۔ دوسری صورت میں ہر کڑا جو سیر عالم اس کے جہر پر پڑے گا۔ معاشرے کے اندر سے اس جرم کے جراثیم کا تعلق مٹتا جائیگا۔

فقہ جعفریہ میں اس سزا کو نہیں چھیڑا گیا مگر اسی جرم کو جرم رہنے ہی نہیں دیا گیا۔ مثلاً

۱۔ باب النکاح میں فردن کافی ہے ۲۸۷ کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے کہ جب اولاد مقصود نہ ہو تو نکاح کیلئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے زنا کا ردوں کو اولاد سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ لہذا فقہ جعفریہ لاشخص دیدیا کہ جہاں ایک مینچلا جوڑا جنسی جھوک شانا چاہے آپس میں ایجاب قبول کرے نکاح ہو گیا۔ اب کوئی نہیں بتائے کہ اگر یہ نکاح ہے تو زنا کس کہیں گے۔ جب کسی فعل پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا تو اس پر حد کیسے جاری کی جائیگی۔

۲۔ اسی باب میں فریغ کافی ۲: ۱۹۸ سے ایک طائفہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک عرب عورت نے زنا کا افسانہ کیا اور امیر المؤمنین عمر فاروقؓ نے اس پر حد جاری کی۔ یعنی اسے سنگسار کر دیا۔ حکم دیا مگر فقہ جعفریہ کی تحقیق کے مطابق حضرت علیؓ



نے فرمایا یہ تو نکاح ہے۔ "ظاہر ہے جس نعل کو عرف عام میں زنا کہا گیا اور جس نعل کا سزا شریعت اسلامیہ کے تحت خلیفہ راشدؓ نے سنگسار کرنا معتبر فرمایا۔ فقہ جعفریہ کے نزدیک نکاح ہے زنا نہیں۔

باب النکاح اور حیرت مہابرت کے باب میں پیش کردہ حوالہ جات روایات اور احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچئے کہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کی صورت میں زنا کی حد کا نفاذ کیونکر ممکن ہوگا۔

۱۔ ترجمہ نہی بہ کعبہ اے اعرابی کہ ایں راہ کہ تویی روی بہ ترکستان است

## حدِ سرقت

باب الحدود میں دوسری صورت جسکا ابھی ذکر کیا گیا یعنی کہ فقہ جعفریہ میں جہاں جرم کہ نہیں چھوڑا گیا وہاں سزا کو ایسا پرکشش بنایا گیا کہ بس۔  
ع۔ خود کو ذرا بخیر رک جانے کچھا جاتا ہے دل سرقت کے جرم پر ذرا تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

قال الله تعالى وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ قَاتِلُوهُمَا جُزَاءً بِمَا كُنتَا تَعْمَلُونَ نَكَالًا لِّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ  
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ چوری کرنے والا قاتل ہو اور عورت کا قاتل ہو۔ ان کے ہاتھ کاٹ دیے۔ ان کے کیے کی سزا ہے۔

اس آیت کے بھل ہونے میں شبہ نہ ہو سنی سمجھتے ہیں۔ اجمال میں طرح کہئے۔ مثلاً دایاں ہاتھ کاٹا جائے یا بائیں۔ پھر جو بھی کاٹا جائے کہاں سے کاٹا جائے کیونکہ ہر ہاتھ کاٹنے کی قین ممکنہ جگہیں ہیں۔ دستہ برفی۔ کھنڈ۔ یہ جو چیزیں اور مفصل کہلاتے ہیں جہاں انگلیاں جا کر ہتھیلی کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس کو مفصل نہیں بلکہ مشط کہتے ہیں۔

تیسرا الحقائق صفحہ ۲۲ علامہ زلیخا

ان اليد خلات مقاطع خلا لہ وھی  
ان الوسخ والمرفوف والمنكب وكل  
منها يستعمل ان يكون مراد فزال  
الاحتمال بيان النبي صلى الله عليه وسلم  
حاشي امن امر يقطع اليد اليسرى  
ان اليد خلات مقاطع خلا لہ وھی  
ان الوسخ والمرفوف والمنكب وكل  
منها يستعمل ان يكون مراد فزال  
الاحتمال بيان النبي صلى الله عليه وسلم  
حاشي امن امر يقطع اليد اليسرى



من الذل والذل مفضل للذل - نہد کا مفضل اور جوہر  
من الرسغ یقین بہ لکونہ اقل - رسغ ہے - یہی یقینی ہے کیونکہ تقاطع  
فیہ خذہ لان العقوبات لاثبتہ - تلاثر میں سے کم سے کم مفضل یہی ہے  
بالسببۃ فیما زاد علی الرسغ - دوسروں میں شہرہ سے - اور  
حشبرہ لہ فلا یثبتہ وانما کان مفضل - عقوبات شہرہ سے ثابت نہیں ہوتیں -  
الذل مصاد ابی بیان البنی صلی اللہ - جو رسغ سے زائد ہے وہ شہرہ میں ہے  
علیہ وسلم -

اب یہ بات ثابت کرنا ہے - کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت  
کا قول یا علی تفسیر کیا فرمائی ہے - اور خلفائے اربعہ کے زمانے میں اس آیت پر کسی طرح عمل  
ہوتا رہا ہے اس میں بھی قول و فعل رسول صلعم مقلد ہے - اور معیار حق ہے - اگر قول نبوی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کا قول پایا گیا تو وہ قابلِ جہت نہیں ہو سکتا -  
اگر کسی اختلاف کا سراغ ملے تو اسکی شرعی صورت یہی ہے کہ اول قرآن میں تطبیق  
پیدا کی جائیگی - اگر نہ ہو تو تادیب کی جائے گی - اگر اسکی بھی گنجائش نہیں تو قرآن رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم پر عمل ہوگا - قرآن میں اس احوال کا تفصیل دی جاتی ہے -

۱- تفسیر کنز العرفان - ۲: ۲۸۸ - شیخ مقداد

فان الایۃ مشتعلہ علی حکام کلہا - آیت تمام احکام پر مشتعل ہے - مجمل طور پر  
مجملہ - تفقہ الی بیان البنی صلی اللہ - جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان  
علمہ و سہرہ تقبلہ تعالیٰ تیسرین کا محتاج ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ  
لدا سے نزل لیا ہے -  
کو حکم دیا کہ قرآن کی رضا مت کریں -

۲- تفسیر مجمع البیان ۳: ۱۹۱

وقال العلماء ان هذه الایۃ جملۃ  
رفی ایجاب القطع علی سائرہ - اسکی تفسیل سنت  
بیان ذلک ما خوذ من السنۃ - سے ماخوذ ہے -

قطع ید کی مثالیں

سائرہ سے ثابت ہے کہ قطع ید کا طریقہ حضور کی بعثت سے قبل رائج تھا - اور  
اسلام سے سکریہ قرار رکھا -

۱- تفسیر قرطبی

اول من حکم بقطعه فی الجاہلیۃ  
الولید بن المغیرۃ فا حوالہ بقطعه  
فی الاسلام فکان اول سارق قطعہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فی الاسلام من الرجال الحیارۃ علی  
بن زرقہ بن عبد مناف ومن النساء  
مسودۃ بنت سفیان بن عبد اللہ  
من بنی مخزوم قطع ابو بکر الیمنی  
الذی صدق الحدیث قطع عمر  
بن الخطاب حمزۃ بن عبد الرحمن بن سمرہ

زمانہ جاہلیت میں جس سے پہلے ہاتھ  
کاٹنے کا حکم دیا وہ ولید بن مغیرہ تھا اسلام  
میں اللہ تعالیٰ نے قطع ید کا حکم فرمایا - اسلام  
میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مردوں میں سے خیابر بن عدی کا ہاتھ کاٹنے  
کا حکم فرمایا - اور عورتوں میں مرہ بنت سفیان  
کا - حضرت ابو بکر نے ہر جہانہ والے جوہر  
کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا - اور  
حضرت عمر نے ابن سمرہ کا ہاتھ کاٹا تھا -



۲۔ متن الکبریٰ بیہقی ۷۸ : ۷۷ کتاب السرقہ

(۱) عن رجاء بن حیوۃ عن عدی ان  
ابن علی علیہ السلام قطع  
ید سارق من المفصل  
رجاء عدی سے روایت کرتے ہیں  
کہ بنی کریم علیہ السلام نے چور کا  
ہاتھ جوڑے سے کاٹا۔

(۲) عن ابن جبرئیل عن ابی الذر مرسل  
عن جابر مثله یعنی قطع ید سارق  
من المفصل۔  
جابر سے بھی اسی طرح روایت  
ہے کہ چور کا ہاتھ جوڑے سے کاٹا۔

(۳) عن عبد اللہ بن عمرو قال کان  
عمرو بن الخطاب یقطع السارق من  
المفصل۔  
عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت  
عمرؓ بھی چور کا ہاتھ جوڑے سے کاٹا کرتے  
تھے۔

(۴) عن سلمہ عن تجید بن عدی  
ان علیا قطع ید یدھم من المفصل  
وجسمہا فی النظار ید یدھم  
عدی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے چور  
کے ہاتھ مفصل سے کاٹے اور دم لگایا  
گو یا میں ان ہاتھوں کو دیکھ رہا ہوں۔

۳۔ متغیرہ کی روایت

عن مغیرہ عن الشعمی ان علیاً  
کان یقطع الرجل ید یدھم العقب و  
یحمده علیہا کان علیاً یفترق بین ید  
والرجل من سطر القدم و یخترق  
بقول بقول غیور من اصحابہ فی  
السویۃ بینہما وهو قول الکافی  
مغیرہ شعمی سے بیان کرتے ہیں کہ  
حضرت علیؓ پاؤں کاٹتے تو اس کا عقب چھوڑ  
دیتے تھے۔ مگر وہ ابڑی ٹیک سے گزرا  
حضرت علیؓ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے میں فرق کرتے  
ہاتھ جوڑے سے کاٹتے اور پاؤں میں ابڑی چھوڑ  
دیتے اور ہاتھوں کو دستر نام مٹا پٹے سے اطلاق  
عمل پر ہے۔ یہی تمام دنیا کے علماء کا اجماعی نتیجہ ہے۔

اگر یہ قول صحیح ہے۔ تو حضرت علیؓ کا عمل جو کہ نعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے  
خلاف ہے اس لئے ترک کیا جائیگا۔

۴۔ معنی ابن قتادہ ۸ : ۷۵۹

لا خلاف بین اہل العلم ان السارق  
اول ما یقطع ہنک ید یعنی من مفصل  
الکف وھو الکوع و قد روی عن ابی بکر  
الصدیق و عمر رضی اللہ عنہما انھما  
قالا اذا سرق السارق فاقطع ید یدھ  
من الکوع ولا خلاف لھما من المعاجز  
ولان البطش جھا اقوی فکان البلیۃ  
بھا اروع ولا نہا الیہ السرقۃ  
فما سب عقوبتہ باعدا الیھا وھو  
قول جماعہ فقہاء الامصار من  
اہل الفقہ و لا فرق من صحابۃ  
و تابعین من بعدھم وھو  
قول ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما  
علماء میں چور کا پہلے ہاتھ جوڑے  
کاٹنے میں کوئی اختلاف نہیں جوڑ دیا ہے  
جیسے کہ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ و صدیقؓ  
اور حضرت عمرؓ ان دونوں سے روایت آئی ہے  
کہ یا جب چور چوری کرے تو اس کا دایاں  
ہاتھ مفصل (کوع) سے کاٹا جائے۔ کوئی  
اصحابی اس اختلاف نہیں رکھتا تھا  
چیز چرانے میں ہاتھ کی قوت اور عزت  
کام کرتی ہے۔ یہ چوری کا آلہ ہے۔ لہذا  
یہی مناسب ہے کہ ہاتھ کو کاٹا جائے۔ مگر  
اس کے پاس چوری کا آلہ نہ رہے تاکہ  
فقہاء کا اور صحابہؓ کا یہی فتویٰ ہے پھر  
تابعین اور تبع تابعین کا قول بھی یہی ہے  
اور یہی قول ابوبکرؓ و عمرؓ ان دونوں کا بھی ہے

۵۔ بخاری مع فتح الباری کتاب الحدود

دقطع علی من الکف و دفع فی  
بعض النسخ البخاری قطع علی الکف بدین کلمۃ من  
بعض نسخوں میں کف پر۔ اس میں  
”سے“ کا حرف نہیں ہے۔



لفظ علی (پر) نہ مکن (مے) کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چونکہ (یہ) کا لفظ انگیوں کے پر روں سے کہ بغل تک کیسے بولا جاتا ہے۔ اور فرق یعنی کہنی تک بھی بولا جاتا ہے۔ اگر مکن“ مذکور ہوا تو معنی یہ ہوتا کہ اس ہاتھ سے کاٹا جائے جو انگلیوں کے بغل تک ہے تو مراد اس مفصل تک کاٹنا ہوگا جسے رسی کہتے ہیں۔

لفظ ”من“ حذف ہو تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کے مفصل رسی سے کاٹنا ثابت ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ در عمر فاروقؓ کا بھی یہی فعل ہے۔ اور تمام صحابہؓ کا اس پر اتفاق ہے اور تمام صحابہؓ میں حضرت علیؑ بھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علیؑ بھی فذل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ جہاں ہمیں بھی اسلامی فقہ رائج رہی ہے اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ۔

#### ۴۔ البدایہ والنہایع ۸۸: ۲

(۱) اما الموضع الذی یقطع من الید۔ ہر حال دیا یاں ہاتھ کاٹنے کی ایسی ہی جگہ مفصل الذی عندہ جگہ مفصل زندہ ہے۔ عامتہ العلماء

(۲) والیوم قولنا ہماروی اندھ صلی اللہ علیہ وسلم قطع ید السارق من مفصل الذی نہ کان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بیاننا لیسراج من الایۃ الشریفۃ کان نفس مباحنہ وتعالیٰ فادفعوا یدہما

من مفصل الذی نہ علیہ عمل الامۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ہذا۔

#### ۷۔ قیین الحقائق ۲۲۲

وہنا ما روی اندھ صلی اللہ علیہ وسلم امس بقطع ید السارق من الرسی۔ ہمارے حق میں روایت بھی موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ رسی سے کاٹنے کا حکم دیا۔

(۲) ولان کل من قطع من الامۃ من الرسی فصار حیا فخلا خلا۔ اور تمام حکماء وقت رسی سے ہی ہاتھ کاٹتے رہے ہیں۔ ان کا یہ فعل فعلی اجماع ہے جسکی مخالفت جائز نہیں۔

#### ۸۔ فتح الباری ۸۰: ۱۲

وارجع عن علیؑ انہ قطع الید من الاصابع والرجل من مشط القدم اخذہ عبد الرزاق عن مہمو عن قتادہ وهو منقطع۔ حضرت علیؑ سے مذکور ہے کہ انہوں نے ہاتھ کا انگلیاں کاٹی تھیں اور پانہ ان اٹری چھوڑ کر یہ روایت مقطوعہ السند ہے۔

ورد بانہ لا یسمی مقطوع الید لعلہ ولا عرفا بل مقطوع الاصابع۔ یہ کہہ یہ قول اس بناء پر رد کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو لٹ یا عوف کے لحاظ سے مقطوع الاصابع کہتے ہیں۔

(۲) اما الزعم علیٰ من ملکہ السارق قطع من طریق حبیبہ بن عدی۔ اور حضرت علیؑ کا فعل ہے جسے دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے



ان علیاً قطع من المفصل  
واحد: ابن ابی شیبہ من مری  
رجاء بن حیدر ان النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم قطع من المفصل  
واوحدہ ابو الشیم فی کتاب حدیثہ  
من دحلہ آخر عن رجاء بن عدی  
دحلہ مثله من طریق وکیع  
عن سفیان عن ابی الزبیر عن جابر  
دفعہ مثله قال کان عمر یقطع من مفصل۔

#### ۹۔ ضروری کافی کتاب الحدود ۷: ۲۲۲

عن الجلی عن ابی عبد اللہ  
علیہ السلام قال قلت له من این  
یحیی القطع بنسط اصابع  
وقال من ههنا یعنی من  
مفصل الکف۔  
۱۰۔ تہذیب الاحکام ۱۰: ۱۰۲  
عن حماد عن الجلی عن ابی عبد اللہ  
قال قلت له من این یحبہ القطع  
بنسط اصابعه وقال من ههنا  
یعنی من مفصل الکف۔

حماد بھی جلی سے مندرجہ بالا روایت  
بیان کرتا ہے۔

#### ۱۱۔ تبصرہ

مفصل یا جرد ہاتھ اور کلائی کے مقام اتصال کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو  
چکا ہے کہ یہ کلائی عربوں میں سر انگشت سے لے کر نفل تک بھی ہوتا ہے۔ اور  
کہنی تک بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت وضو سے ظاہر ہے۔ اور کہنی سر انگشت سے  
زندہ تک کے لئے بولا جاتا ہے۔ زندہ تک ہوتا قطعی اور لغتی ہی ہے۔ اس پر سبکی  
اتفاق ہے۔ اہل خوارزم نے اس سے اختلاف کیا اور نفل سے کاٹنا مراد لیا۔ انگلیوں  
کو ہاتھ کوئی نہیں کہتا۔ انگلیوں کے مفصل بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

اگر فردغ کافی اور تہذیب کی روایت میں مفصل سے مراد انگشت کا مفصل  
ہوتا تو فقرہ تقطع من المفاصل الاصلح ہوتا۔ لہذا اس روایت سے بعضی  
حضرت علیؑ کا نفل وہی ثابت ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیقؓ  
اور حضرت عمرؓ کا نفل تھا۔ اور تمام صحابہؓ کا اسی پر اجازت ہے۔ اور اسلامی ممالک  
میں جہاں کہیں فقہ اسلامی کا نفاذ ہوا مفصل زندہ سے ہی ہاتھ کاٹا گیا۔ انگلیاں  
کاٹنے کا کہیں بھی کوئی ثبوت نہیں ملا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ:۔  
(۱) حضرت علیؑ سے جو روایت انگلیاں کاٹنے کا ہے۔ وہ منقطع ہے۔ لہذا حضرت علیؑ  
سے انگلیاں کاٹنا ثابت نہیں۔

(۲) سنن ابی بکرؓ اور فتح الباریؓ کی روایات ثابت کرتی ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے مفصل  
ہاتھ کاٹا تھا۔

(۳) لغت اور عرف میں اس شخص کو مقفوع اليد (ہاتھ کاٹا) نہیں کہتے جس کی انگلیاں کٹی  
ہوئی ہوں اور قرآن نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

(۴) صرف انگلیوں کو ہاتھ ہی کہے گا۔ جسکو لغت اور عرف سے میر ہو۔ اور نبی کریمؐ



صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مخالفت پر ادھار رکھائے بیٹھا ہو درند  
بقائے ہوش و حواس کوئی شخص حرف انگلیوں کو نہ کہہ نہیں کہتا۔

اگر حضرت علیؑ سے نقطہ روایت کو قبول کر لیا جائے تو عقل و نقل و لغت و عرف  
مجھ کی مخالفت لازم آئیگی۔ یعنی

(۱) حضرت علیؑ کا قرآن کی مخالفت کرنا لازم آئیگا قرآن نے ناقطع حوالہ دیا  
کہ اسے ناقطع حوالہ نہیں کہا۔ پھر اصابع مراد نہ بنے کا قرینہ جزاء  
ماکبہ، موجود ہے۔ لفظ کسب سے اس احتمال کو رد کرتا ہے۔ جو جعفریہ پر لیا گیا۔  
(۲) لغت عرب کے خلاف ہے۔

(۳) عرف کے خلاف ہے۔ لغت و عرف میں اسکو مقطوع الید نہیں کہتے جبکہ انھیں  
کئی ہوتی ہوں بلکہ اسے مقطوع الاصابع کہتے ہیں۔

(۴) فرمان اور نقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔

(۵) خلفائے راشدین کے عمل کے خلاف ہے۔ جمہور علمائے اسلام کے مخالف ہے۔

حضرت علیؑ کی طرف سے خالق مخلوق دونوں کی مخالفت ثابت کر کے  
جعفریہ نہ جانے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کیا فقیر جعفریہ کی یہ سیدہ زہری تو میں علیؑ  
کے مسترادف نہیں؟

ع۔ ایسی محبت سے ہم باز آئے۔

# قطع اصابع (انگلیاں کاٹنے)

کے فتویٰ میں

## شہید دلائل کا جائزہ

۱۔ پہلی دلیل۔ قوله یلذین یکتوبون الکتابة باید جہدہ والی قرآنی آیت  
سے شہید استدلال کرتے ہیں کہ باید جہدہ سے آیت میں مراد انگلیاں

میں نہ کہ ہاتھ۔ کیونکہ بعض انگلیوں کا کام ہے۔ ہاتھ کا کام نہیں۔

جائزہ۔ کہنے کے مکمل عمل کو سامنے رکھ کر اگر اس استدلال کو پرکھا جائے  
تو شہید دعویٰ کی تسلی کھل جاتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کہنے کے یہ سب سے پہلے تم کو درمیانی انگلی (Middle Finger) پر مہارا  
دیکر شہادت کی انگلی (Fore Finger) اور انگوٹھے سے بلا کر پکڑا جاتا ہے۔ یعنی  
تلم کی گزرت درمیانی انگلی، شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کا مشترکہ کام ہے۔

(۲) کہنے وقت سب سے پہلے چھٹلی (Little Finger) اور اس کے ساتھ والا ہاتھ  
کا جھہ، کانچہ پر دھکا جاتا ہے اور اس کے اوپر خود بخود لیٹر (Ring Finger)  
اپنا مقام سنبھال لیتی ہے۔ اس طرح چھٹلی، چھٹلی کے ساتھ والا ہاتھ کا جھہ اور لیٹر

تینوں ملکر تلم پکڑنے والی انگلیوں اور انگوٹھے کیلئے سترک پلیٹ نام کا کام دیتے ہیں۔  
(۳) اس طرح کہنے کا عمل وجود میں آتا ہے اور یہی کہنے کا نظری عمل ہے۔ کہنے وقت  
تمام ہاتھ کی مطلوبہ حالت تحفیت عسری رد بہ عمل ہوتی ہے۔ انگوٹھے کو علیحدہ رکھ



اور چھٹکی کے ساتھ والے اٹھ کے حصے کو کام میں نہ لاکر، صرف انگلیوں سے ہی اگر  
 لکھنے کی کوشش کی جائے تو تجربہ دہی آرٹ کے نمونے تو بن سکتے ہیں مگر کھینے کا  
 نظری عمل دہجور میں نہیں آسکتا۔

پس یہ ثابت ہوا کہ کھینا صرف چار انگلیوں کا ہی نہیں بلکہ پورے ہاتھ کا کام ہے۔

۲۔ دوسری دلیل شیعہ دوسری دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا زمانہ ہے کہ وہ نماز کی جب سجدہ کرے تو سات اعضا پر کرے گا، اگر چار انگلیاں  
 کاٹ لی جائیں تو سجدہ پھر بھی راجح ہو گیا جاسکتا ہے۔ یوں سات اعضاء کا حکم پورا  
 ہو جاتا ہے۔

**جائزہ** ۱۔ فرض کیا کہ ہاتھ کاٹنے سے واقعی سجدہ کے وقت ایک عضو

کی کمی واقع ہوگئی۔ اور یوں نماز ناقص اور باطل ہوگئی۔ مگر جناب یہ تو بعد کا  
 بات ہے نماز کیلئے وضو شرط ہے۔ اگر چار انگلیاں کٹ گئیں تو وضو کا ایک  
 فرض ہی رہ جائیگا۔ لہذا وضو ہی ناقص ٹھہرے گا۔ جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز  
 کہاں اور کبہ سجدہ کی کیا ضرورت۔ اب اگر شیعہ یہ کہیں کہ فقہان اعضاء  
 سے وضو کا متعلقہ فرض ماقط ہو جاتا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہی دلیل سجدہ سے  
 جتن ایک عضو کے کم ہونے سے سجدہ کے کو ناقص نہ ٹھہراؤ۔ یا پھر انگلیاں کاٹنا  
 بھی موقوف کردو۔ کیونکہ نماز و سجدہ سے پہلے وضو کی فکر کرنی چاہیئے۔

۲۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ ایک شخص نے جمعہ گڑے کے دوران  
 کسی تیز دھار ہتھیار سے دوسرے شخص کا بازو کاٹ ڈالا۔ اب قصاص میں پہلے شخص کا  
 بازو بھی کاٹ دیا گیا۔ اب ہر دو اشخاص سجدہ کیلئے ساتواں عضو کہاں سے لائیں  
 گے۔ کیا اس صورت میں فقہ جعفریہ ان کے یہ نماز کی معافی کا فتویٰ دیں گی ؟

اسی طرح اس مشنی دور میں روزمرہ حادثات میں جو لوگ ہاتھ یا بازو سے محروم  
 ہو جاتے ہیں۔ ان کا کیا بنے گا۔ مجھے تو اس شخص کی حالت پر رحم آتا ہے۔ جو پہلا ہی صرف  
 ایک ہاتھ یا بازو سے کر رہا ہے۔ اسکی عبارت کا کیا بنے گا ؟

(۳) جعفریہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے تہذیب الاحکام ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں اس سے بھی  
 زیادہ گھمبید صورت کا ذکر کیا ہے۔

فلوان رجلا قطعت یدہ الیمنی فی	اگر کسی آدمی کا ایک ہاتھ قصاص میں کاٹ لیا پھر
قصاص نہ قطع ید رجل الیقض منه	اس نے کسی آدمی کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو کیا
ام لا فقال النبی ترک فی حق اللہ	قصاص میں اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یا نہیں۔
تعالی عنہ جل فاما فی حقوق	فرما حقوق اللہ میں تو نہ کاٹا جائیگا۔ کیونکہ
الناس فیقتص منه فی الارحام	وہ معاف ہو سکتے ہیں۔ مگر حقوق العباد
جمیعا۔	میں وہ کاٹا جائیگا۔

تجھے اب سجدہ کا کیا بنے گا۔ اب تو سات میں سے صرف پانچ اعضاء رہ گئے ہیں۔  
 ع۔۔ کچھ علاج اس کا بھی آچارہ گراں ہے کہ نہیں

۳۔ تیسری دلیل شیعہ قطع اصابع کیلئے تیسری دلیل حضرت علیؓ سے  
 لاتے ہیں۔ تہذیب الاحکام ۱۰، ۱۲ پر روایت درج ہے کہ حضرت علیؓ  
 کے پاس چودہ دن کا ایک گروہ لایا گیا

قطع اصابع یدھ من نصف	تو انہوں نے نصف ہتھیلی سے ان کے
اکفہ دتک الایہام	ہاتھ کاٹ دیئے۔ اور انکو ٹکٹے کر چھوڑ دیا۔

**جائزہ**  
 ۱) بات کچھ آگے بڑھنے لگی ہے مگر رٹنے نہ پائے تھے مگر رفتار پر گئے



والا معاملہ آن پڑا ہے۔ اس روایت کا پہلا راوی سہیل بن زیاد۔ دوسرا سلیمان بن ابی اور تیسرا محمد بن مسلم ہے۔ محمد بن مسلم کے متعلق رجال کشی صفحہ ۱۱۳ دلی روایت غرر چکی ہے۔ جب میں امام جعفر نے لکھا ہے ”محمد بن مسلم پر خدا لعنت کرے وہ کہتا ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے خدا اسے نہیں جانتا“۔ چونکہ یہ صاحب اللہ کے جاہل مانستے تھے۔ اس لیے کافر ٹھہرے۔ پھر امام جعفر نے بھی اسے ملعون کے خطاب سے نوازا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے متعلق اتنی جرات کر سکتا ہے اسے حضرت علیؓ پر اتنا انگڑے سے کون روک سکتا ہے۔

(۲) روایت کا دوسرا راوی سہیل بن زیاد ہے۔ اسکی کثرت اور سید ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کتاب رجال امامانی میں لکھا ہے۔

کان ضعیفا حداثۃ سدا لروایۃ | اس کی روایت نہایت ضعیف ہے  
والدین۔ | بلکہ اسکی روایت بھی نامدار اسکا مذہب بھی

ناسد۔

پھر فرمایا اس کو شیعہ عالم محمد بن یحییٰ نے قم شہر سے جلا وطن کر دیا تھا اور دیکھی الناس عنہ السماع منہ | لوگوں کو اس سے احادیث سننے سے منع کر دیا  
والروایۃ عنہ یصری | کیونکہ یہ بریل حدیث بیان کرتا ہے اور محمد بن  
المراسیل ولید بن الجراحیل | احادیث پر اعتماد کرتا ہے۔  
اور ابو محمد الفضل شیعہ عالم ابو علی بن محمد کہتے تھے کہ وہ احمق ہے۔

(۳) روایت کا تیسرا راوی محمد بن سلیمان بن ابی ہے۔

یسر محمد بن الخواری قال ان | اس کا نامی شیعہ مبراہی اس کے ضعیف  
مقتضی نقل دمیہ ضعفہ | ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔ جو حقیقی دلیل شیعہ کا جو حقیقی دلیل یہ ہے کہ قطع اصابع آئمہ سے منقول ہے

### حجائزہ

یہاں صرف دو پوائنٹس تدریس ہیں۔

- (۱) آئمہ نے اس کے ثبوت میں قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم نقل نہیں کیا۔
- (۲) آئمہ سے روایت کرنے والے خود آئمہ ہی کے قول کے مطابق مسلمان ہیں۔ یہود سے بھی برے اور قائلین تالیث سے بھی بدتر ہیں۔ اب ہم آئمہ کی بات مانیں یا ان کے راویوں کی۔

ع۔ کچھ تو بندہ نواز کہیے گا۔

حالة (۱)

نعم حالہ انہ (۱۱)

لنفہ بضعہ اذلی منہ (۱۲)

للمانی یسن لہنہ فقیہ (۱۳)

المانی نیتہ (۱۴)

لہنہ فقیہ (۱۵)

لہنہ فقیہ (۱۶)

لہنہ فقیہ (۱۷)

لہنہ فقیہ (۱۸)

لہنہ فقیہ (۱۹)

لہنہ فقیہ (۲۰)



# باب الزکوة

**زکوة کی فرضیت** ۱۔ اللہ تعالیٰ نے زکوة کو بھی مسلمانوں پر اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح نماز اور روزے کو فرض کیا ہے۔ یہ اسلام کا بہت بڑا رکن ہے۔ اس سے مسلمانوں میں ایثار اور قربانی کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ زکوة کی فرضیت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

کتاب اللہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ واتوا الزکوة - زکوة آد کرو (یعنی مطلق حکم ہے)

(۲) وفي اموالهم حق معلوم للسائل والمحدوم - ان کے مالوں میں سے سائل اور محسوم کے لئے حق معلوم ہے۔

(۳) والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ - جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

(اس آیت میں زکوة دالوں کیلئے شدید وعید ہے)

(۴) خذ من اموالهم صدقات تطہروم - ان کے مالوں میں سے صدقہ لے اور اس سے تمہیں پاک فرما۔

(۵) یا ایہا الذین امنوا انفقوا من - اے ایمان والو جو پاک مال تم نے کمایا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرو۔

**حدیث** - حدیث میں اسلام کے پانچ اجزاء بیان ہوئے ہیں۔ یعنی اسلام علیٰ خمس الخ جن میں سے ایک زکوة ہے۔ کسی ایک جزو کا انکار پورا

کا انکار ہے۔ زکوة سے انکار گویا خمس شہادت سے انکار ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوة کے خلاف جہاد کیا۔ لیکن فقہ جعفریہ نے اپنے زریں اصول دو انکار نہیں لیکن انکار کی صورت ہے کے مطابق زکوة سے انکار نہ کرتے ہوئے زکوة کے لئے کچھ شرائط رکھ دی ہیں۔ تاکہ سندھ میں اور بعد از قدرت تمام آویں۔

**فقہ جعفریہ**

**۲۔ زکوة کیلئے شرائط**

(۱) کرنسی نوٹوں پر زکوة نہیں۔

(۲) سونے اور چاندی پر زکوة نہیں۔ مال سونے چاندی کے سکے (یعنی روپیہ اور اشرفی) بنا کر اس پر سرکاری ہر لگائی جائے تو اس پر زکوة ہوگی۔

**تبصرہ** اس وقت پوری دنیا میں ہر جگہ مال و دولت سے مراد یا تو کرنسی نوٹ ہیں یا سونا چاندی، چاہے یہ سونا چاندی زیورات کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ سونے چاندی کے سکے تو آج کی دنیا میں کہیں رائج نہیں۔

غور کیجئے کہ کس طرح فقہ جعفریہ نے زکوة کا انکار نہ کرتے ہوئے زکوة سے بچنے کیلئے راہ تلاش لی۔ نہ کرنسی سونے چاندی کی ہو اور نہ ہی جعفریہ زکوة دیں۔ اس طرح کرنسی نوٹ بھی بچ گئے اور سونا، چاندی بھی۔ سبحان اللہ۔

فقہ جعفریہ کی ان شرائط کو ہمیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیات پر عمل کس حد تک ممکن ہے۔ آئیے ان آیات پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں۔



(۱) پہلی آیت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا مطلق حکم ہے۔

(۲) دوسری آیت میں مال میں سائل کے حق پر غور کرتے ہوئے مال کا فقہ جعفریہ والا تصور ذہن میں لائیں اور سوچیں کہ جب کوئی سائل یا محتاج مدد کے لیے درخواست کرے تو اس کی مدد کیسے کی جائے۔ کیا یہ کہا جائے کہ کرنسی نوٹ مال نہیں۔ اور نہ سونے چاندی کا کوئی سکہ موجود نہیں اس لیے نہ ہمارے پاس کوئی مال ہے اور نہ اس میں تمہارا حق۔ نہ دے، بانس نہ بنے بانسری۔

(۳) تیسری آیت میں جمع کرنے اور خرچ نہ کرنے پر وعید ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جمع کیا کیا جاتا ہے اور خرچ کیا کیا جاتا ہے؟ اگر مال کرنسی نوٹوں اور سونے چاندی (خواہ زیورات کی شکل میں ہو یا اینٹوں کی شکل میں) کی صورت میں جمع بھی کیا جاتا ہے اور خرچ بھی کیا جاتا ہے تو پھر زکوٰۃ کے معاملے میں کرنسی نوٹ اور سونا چاندی مال کے زمرے میں کیوں نہیں آتے؟

(۴) چوتھی آیت میں جس مال کو پاک کر نیکاً حاکم دیا گیا ہے۔ اس مال سے کیا مراد؟ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ ارادی کے پاس جو مال جمع ہوتا ہے۔ وہ اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس سے ایک مقررہ مقدار راہ خدا میں خرچ نہ کی جائے۔ اب اگر نوٹ یا سونا چاندی مال نہیں تو جب نوٹوں اور زیورات کی چھوٹی ہر جاتی ہے تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اتنی مالیت کے زیورات و نقدی چھوٹی ہوئے؟ (۵) پانچویں آیت میں حکم ہے کہ اپنی کمائی سے خرچ کر۔ سوال یہ ہے کہ ہم سمجھتے کیا ہیں؟ دن بھر مزدوری کریں یا ہمیشہ بھڑو کرنا۔ مزدوری یا تنخواہ لازماً کرنسی نوٹوں کی شکل میں ملتی ہے۔ اور ہم یقیناً یہی کہتے ہیں کہ ہم نے اتنا کچھ کمایا۔ اسی سے ہی زکوٰۃ دینے کا حکم ہے۔ اگر آپ کا جرمیں اور خرید و مال دو ہزار

منافع کیساتھ فروخت کرتے ہیں اور۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے دو ہزار کمایا۔ تو یہ دو ہزار مال ہی تو ہے۔ اور یہ کرنسی نوٹ کی شکل میں ہے۔ اگرچہ کرنسی نوٹ نہیں قائم مقام نہیں ہے۔ مگر آج کی دنیا میں اس کو نوٹن کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ صرف عام اصطلاح اور عادت سمجھی میں کرنسی کو مال ہی تصور کیا جاتا ہے۔ اگر کرنسی کو مال تصور نہ کیا جائے تو پھر انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس اور کسٹم وغیرہ کا ادا کرنا بھی ضروری نہیں رہتا۔ جب کرنسی نوٹ اور سونا چاندی مال ہی نہ سمجھے تو پھر کس کا انکم ٹیکس اور کہاں کا کسٹم؟

ح۔ اس سادگی پہ کون نہ سمجھتا اور اسے زکوٰۃ سے مستثنیٰ سمجھتا محض یہ کہ کرنسی نوٹ کو مال نہ سمجھتا اور اسے زکوٰۃ سے مستثنیٰ سمجھتا درحقیقت حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ جعفریہ سے گزارش ہے کہ خدا را اس غیر حقیقی موقف پر غور فرمادے دل سے غور کریں اور اسلام کو جنگ ہنسائی کا ہدف نہ بنائیں۔

## عشر

۴ -

قرآن حکیم میں جہاں زکوٰۃ کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی ارشاد ہے  
وَمَا اخْرَجْنَاكَ مِنْ الْأَرْضِ فَجَرُّكَ خَيْرٌ مِّنْ تَهَارِكِ يَدَيْكَ زَيْنَ بَنِي كَلَالٍ  
اور 'الْوَحْدَةُ يَوْمَ حَصَادٍ' کھیت کاٹتے وقت اس کا حق ادا کر۔  
میں عشر کے نفی احکام کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ وہ تو اہل علم جانتے ہی  
ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ میں عشر صرف گندم، جو، کھجور اور منقہ پر ہے۔ اور پھر ان



یہ بھی نصاب کی شرط لگا دی ہے جو کہ ۸۴۷ کلوگرام ہے یہ شرائط  
بھی قرآن کے احکام کے مطابق نہیں۔ قرآن کی مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے  
کہ مہما اخرجنا لکم من الارض مطلق ہے اور دالہ لیم حصہ  
بھی مطلق حکم ہے۔ ارباب دانش کے لئے غور کا مقام ہے کہ یہ تخصیص اور  
یہ شرائط کیسے زراعت دوزی، بھل اور سنگدلی کی طرف راہنمائی تو نہیں کرتیں۔

ع۔ مانورہ مانو جعفریہ اختیار ہے  
ہم نیک و بد حضور کو بھیجتے ہیں۔

واقبوا الصلوة والوا الزکوة وارکعوا مع الرکعین  
نماز قائم کرو۔ اور زکوة ادا کرو اور رکوع کر نیوالوں کیساتھ رکوع کرو۔  
(جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو)

## پرائیویٹ لا

شعفی زندگی کو پاکیزہ اور پرکشش بنانے کیلئے

فقہ جعفریہ کی تعلیمات



# کتاب الطہارت

طہارت و لطافت انسان کا امتیازی وصف ہے۔ میل اور گندگی سے اسے طبعی نفرت ہوتی ہے طہارت کا واحد ذریعہ پانی ہے۔ پانی بے شک دوسری چیزوں کو پاک و صاف کرتا ہے مگر اس کا کہہ کر یہ غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہر فقہ کے مسائل کی ابتداء طہارت کے باب سے ہوتی ہے فقہ جعفریہ میں پانی کے طاہر ہونے کا جو معیار مقرر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ فروع کافی ۳: ۲ طبع تہران

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام اذا كان المأدنی الوکی کذا فی الخیال  
شئ - قلت کما لک؟ قال ثلاثه  
اشبار ونصف عمقها فی ثلاثه  
اشبار ونصف عرضها -  
گہرائی - اور نصف چوڑائی -

۲۔ من لا یحضرہ الفقہ طبع تہران ۴: ۱

والکمر ما یكون ثلاثه اشبار طولاً  
فی عرض ثلاثه اشبار فی عمق ثلاثه  
اشبار -

یا ۲۷ مکعب

مطلب یہ ہو کہ اگر ایک گڑھا ۲۷ انچ لمبا ۲۷ انچ چوڑا اور ۲۷ انچ

گہرا ہو اور پانی سے بھرا ہو تو اس مقدار کے پانی کو کسی قسم کی گندگی پیدا نہیں کر سکتی یہ ایک اہم نکتہ ہے اس لیے فقہ جعفریہ کا معیار بھی درج کیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں اس معاملے میں ضرورت اور طہارت دونوں کے پیش نظر خاصی سختی سے کام لیا گیا ہے فقہ حنفی کے مطابق اگر کسی کنوئیں میں ۱۰ ماخذ  $10 \times 10$  (۱۵ فٹ  $15 \times 15$  فٹ) پانی بھرا ہو تو وہ پاک ہوتا ہے۔ فقہ جعفریہ نے آسائوں کے باب میں مزید اضافہ کر کے دیا مگر طہارت کے باب میں گھسیلا کر دیا یعنی ۲۷ انچ مکعب (۲۷ فٹ  $27 \times 27$  فٹ) پانی کو کسی قسم کا غلاظت ناپاک نہیں کر سکتی۔

پانی کے پاک ہونے کا معیار تو معلوم ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فقہ جعفریہ میں پانی کے نجس ہونے کا کیا معیار مقرر کیا گیا ہے۔

۳۔ استبصار ۱: ۲۳

قال (ای راوی) سألته عن بشر  
ما یقع فیها ذنبیل من عذرة  
بالیة اور رطبة اور ذنبیل  
سورقین الصلح الوضوء  
منها۔ فقال لا بأس به -

۴۔ استبصار ۱: ۲۲

مسئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن  
البقر یقع فیها ذنبیل عذرة بالیة  
اور رطبة فقال لا بأس به اذا كان  
فیها ماء کثیر -

امام جعفر سے پوچھا گیا کہ کنوئیں میں پاخانہ خشک یا تر کا ایک ٹوکڑہ گر پڑے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے (یعنی کیا وہ پانی پینا یا اس کا وضو کرنا جائز ہے) فرمایا کوئی حرج نہیں اگر پانی تیار ہو۔



کیتھ کا مقدار ایک "کڑ" ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جسے کوئی چیز ناپا پاک نہیں کر سکتی اور وہ ۱۲۷۵ انچ مکعب ہے۔

٥. من لا يحضره الفقيه ٤١١

دو میلز این سال میلز اب دل  
و میلز اب ماء فا ختلط اثم اصالح  
خربك منه دمكین جب باس۔  
دو پڑاے بہرے ہوں ایک پیشاب  
سے بھرا ہوا ہے۔ دم در پانی سے۔ ددلی  
ماتے میں اس آئینہ میں تمہارا کچھ آؤدہ  
ہو جائے تو کئی حرج نہیں۔ کھڑا رک ہے۔

4- من لا يحضره الفقيه ٥: ٥

قال صادق عليه السلام في الماء الذي  
 يقول فيه الدواء وتلغ فيه الكلاب  
 ويختل فيه الجنيت انه اذا كان قد  
 "كس" لم يجزه شئ -

اگر جعفر نے فرمایا جس پانی میں جانور پریشا  
 کرے۔ کہے اس سے پتے نہیں، جتنی اس میں غسل  
 کرے اگر وہ پانی ایک "کرہ" کی مقدار میں ہے  
 تو کوئی چیز اسے بدل نہیں کر سکتی۔

یعنی ایک گڑھے میں ۲ کعبہ انچ پانی ہے تو اس میں مذکورہ بالا سارے عمل ہوتے ہیں  
تو وہ پانی ناپاک نہیں ہو سکتا۔

۷۔ تہذیب الاحکام ۱۱: ۳۱ ابو بصیرہ کوئی کہتا ہے۔

قلت لا بد عبد الله عليه السلام  
انا نافر فوجها بينها بالعزير  
من المطر يكون الى جاني  
القدية فيكون فيه عذرة  
حيول فيه البيان وتبول

میں نے امام جعفرؑ سے پوچھا۔ ہم لوگ سفر  
کرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی بستی  
کے پاس کوئی فوجی سا جہت پاتے ہیں جس  
میں بارش کا پانی ہوتا ہے اس میں پاخانہ  
بھی ہوتا ہے۔ مجھے اس میں پیشاب بھی کرتے

الدواء دترت فقال ان عضیہ میں۔ جانور پیشاب اور گوبر کرتے  
فی قلبیہ منہ شحہ نقد ہکذا یہیں تو فرمایا اگر تیرے دل میں خلش  
یعنی اخراج الماء بیدار شہم تو ضا ہو۔ تو اٹھ سے بانی نکال اور دھند  
خانہ اللہینہ لیس۔ کرے۔ دین میں تو آسانی ہے۔

٨ - تهذيب الاحكام ١ : ٢٢١

عن زرارہ قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ما یمنع من شرب الخمر؟  
 السلام بانی قطر نیھا قطرة سے پر حیفاً جس گھڑی میں حرام خمر  
 دم از خمر قال لا ظمیر والحقہ یا شربا پڑ جائے اسکا کیا حکم ہے۔  
 ولحمد الخنزیر فی ذلک کلمۃ فرمایا خمر، شراب، مردار اور خنزیر  
 واحد یفرع منہ عشر ولای ذلک کے گزشتہ صبا ایک ہی حکم ہے کہ اس  
 سے ۲۰ ڈول پانی نکال دیا جائے۔

مندرجہ بالا اقتباسات میں قدر مشترک پانی کا کثیر موزا یعنی ایک گیس ہے۔  
اتنے حجم کے پانی میں پیشاب - گھبر غرضیکہ کسی قسم کا گندگی ہی کیوں نہ ڈالی جائے  
تب بھی وہ فقیر جعفریہ کے مطابق ناپاک نہ کہلائے گا۔ فقیر جعفریہ کے آخری  
اقتباس میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اگر حرام خون - شراب - خنزیر کا گوشت  
کنز میں برطجائے تو صرف ۲۰ ڈول پانی نکالنے سے کنزوں پاک ہو جائیگا۔  
ع۔ اے دامت بہارے اگر اہل امت بہارے

٩- من لا يحضره الفقيه

عن جلد الخنزیر يجعل دلواً | انا جعفر بن محمد بن علی بن ابی حمزہ



يستقي به الماء فقال  
لا بأس به .....  
ولا بأس بان يستقي الماء  
جبل اتخذ من شعر الخنزير

نکالا جائے تو اس کا حکم ہے فرمایا  
کوئی حرج نہیں ..... اور اس میں بھی کوئی  
حرج نہیں کہ خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر  
اسکے ذریعے کنوئیں سے پانی نکالا جائے۔

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۹: ۱

ورسله الصادقة عليه السلام  
عن جلد الميتة يجعل فيه اللبن والماء  
والسمون ما تترك فيه نقال لا بأس  
بان تجعل فيها ما شئت من ماء  
اولبن او صمن وتزفها منه و  
تشرّب -

امام جعفرؑ سے پرچھا گیا کہ مردہ جانور کے  
(مردار جانور کے) خام چمڑے کے برتن  
میں دودھ، پانی، گھی ڈالنا کیسا ہے۔  
فرمایا کوئی حرج نہیں جو جی چاہے ڈال پھر  
اس پانی سے دھو کر لے۔ یا پی لے کوئی  
حرج نہیں۔

# کتاب الوضوء

عبادت کے معاملے میں طہارت کی بنیادی غرض وضو کرنا ہے اور وضو آنا  
مزدوری ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو اس کا قائم مقام شہم رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں  
فقہ جعفریہ کی ہدایات یہ ہیں۔

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۸: ۱

ولا یجوز الوضوء بسوء البھوری  
والنصرانی وولد الذناب المشرک  
وکل من خالف الاسلام واشذلک  
سوء الذناب -

ہمدی، نصرانی، ولد الزنا مشرک  
اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹے پانی  
وکل من خالف الاسلام واشذلک  
سوء الذناب -

۲۔ فروع کافی ۲۰: ۳

اذ بليت وتمسحت فامسح  
ذکرک بید یقل خان وجبت  
شیئا فقل هذا من  
ذالک -

جب تو نے پیشاب کیا اور عضو مخصوص  
کو جھاڑ دیا تو استنجہ کرنے کیلئے اپنا لٹاؤ  
دین استعمال کر۔ اگر اس عمل کے بعد کچھ  
پیشاب کے قطرے کا احساس ہو تو کہہ دے  
کہ یہ اس وجہ سے ہے۔

اس کا فطری طریقہ تو یہی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ سے لعاب دھین لیکر عضو مخصوص  
پر لگا جائے۔

۳۔ استبصار ۲۴: ۱

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
امام جعفرؑ سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا

بیجا ضہ ۵۔

حلیہ کے لہذا لیس  
نہاے و اجتناب سے بچنا ایسا ہے



فمن الرجل يقول قال متطهر  
خلال ثمانين سال حتى  
يبلغ الساق فلا يزال -  
گیا جو پیشاب کرے۔ فرمایا تین بار وضو  
کر چھٹکارے۔ پھر اگر پیشاب ہوئے لگے  
حتیٰ نہ پڑی تک چلا جائے تو پردہ نہ کرے۔  
(طہارت میں فرق نہیں آئیگا)

۳۔ استبصار ۲۴: ۱

سألت كمر بنی من  
الماء في الامتناع من البول  
قال مثلاً ما على الخشفة -  
راوی کہتا ہے میں نے ام جعفر سے پوچھا  
پیشاب کے بند استنجا کرنے کیلئے کنٹنا پانی  
درکار ہے۔ فرمایا عصر پر جتنی قوی ہے  
آنا پانی کافی ہے۔

## کتاب الصلوة

تأثر - نماز بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ ان تمام عقیدوں کو تازہ کرتی ہے۔ جن پر ہمارے  
نفس کی پاکیزگی۔ روح کا ترقی۔ اخلاق کی درستی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے۔ کیسوی  
خسوع و خضوع بلاشبہ نماز کی روح ہیں۔ اب نفع جعفریہ میں نماز کا حشر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ استبصار ۲۵: ۱ طبع لکھنؤ۔

عن معاذ بن عبد الله بن عمار قال  
سألت أبا عبد الله عليه السلام  
عن الرجل يلعب جذ كره  
في الصلوة قال لا بأس به  
معاویہ بن عمار کہتا ہے۔ میں نے ام جعفر  
سے پوچھا کہ اس آدمی کے متعلق کیا حکم ہے  
جو نماز میں اپنے عضو مخفوس سے کھیلا رہے  
فرمایا کوئی حرج نہیں۔

۲۔ فروع کافی ۳: ۳۴۷

عن أبي جعفر عليه السلام  
في الرجل يحدث بعد ما يرفع  
دأمة من السجدة الاخيرة قبل  
ان يتشهد قال ينصرف ويقول  
فان شاء رجع الى المسجد وان  
شاء فف بتيه فان شاء حيث شاء ويقعد  
في تشهد ثم يسلم -  
امام باقر سے پوچھا گیا۔ ایک شخص آخری  
رکعت میں آخری سجدہ کے بعد تشهد سے پہلے  
بے وضو ہو گیا وہ کیا کرے۔ فرمایا جاتے  
وضو کرے پھر سجدہ میں آجائے یا گھر چلا جائے  
جہاں جی چاہے چلا جائے وہاں بیٹھ کر  
تشہد پڑھے۔ پھر سلام پھیرے نماز ہو گئی۔

۳۔ فروع کافی ۳: ۳۴۸

سألت أبا عبد الله عن الرجل  
ام قدم وهو على غير طهر فا  
علمهم ليل ما صلوا  
فقال يعيد صوم ولا يعيدون  
تأثر جنازہ کی دعائیں  
میں نے ام جعفر سے پوچھا کہ ایک آدمی  
نے نگوں کو بے وضو نماز پڑھوائی۔  
نماز سے فارغ ہو کر کہیں تباویا۔ امام نے فرمایا  
امام کو نماز پڑھائیے۔ مگر مقتر لوں کی نماز ہو گئی۔

## تأثر جنازہ کی دعائیں

۳۔ سنن اور سر وھنیٹ

۱۱۔ لمعد مشقیۃ ۱۱۱: ۱ از جمال الدین کی شہید اول

والمنافق وهو المنافق مطلقا  
يقصر في الصلوة عليه على اربعة  
تكبيرات ويلحنه بحقبه الرابع  
منافق سے مراد مذہب شیعہ کا ہر مخالف  
ہے اس کے جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد  
اس پر لعنت کی جائے۔



(۲) فروع کافی ۳ : ۱۸۹

اللهم العن فلانا عبدك  
الف لحنه متلفعة غير  
مختلفة اللهم اخذ عبدك  
في عبادك وبلادك واصله  
حزناك وازقه شاك عذابك  
اللہ اپنے اس بندے پر ہزار ہا لعنت کر  
وہ بھی یکمشت۔ اے اللہ اس بندے کو  
تمام بندوں اور ملکوں میں ذلیل کر۔ اے بخیر کنی  
ہوئی آگ میں داخل کر اور اسے اپنا شدید  
تورن عذاب چکھا۔

(۳) پایہ دعا پڑھے فروع کافی ۳ : ۱۸۹

اللهم ان فلانا لا تعلم  
عنه الا انه عبدك ورسولك  
اللهم فاحش قبوه نار داحش  
جوفه نار او عجل به الى النار  
فانه كان يقول اعدا لك  
اللہ اس شخص کے متعلق ہم زیادہ تو نہیں  
جانتے آنا جانتے ہیں کہ تیرا اور تیرے رسول  
کا دشمن ہے اس کی قبر کو اسی کے پیٹ کو آگ سے  
بھرتے اور اسے جلدی آگ میں داخل کر کر کے  
یہ تیرے دشمنوں کو دردست رکھتا تھا۔

## غسل میت کی وجہ

(۴) من لا یحضرہ الفقیہ ۱ : ۸۴

مسئل الصادق علیہ السلام  
لا ی علیہ یغسل المیت قال تجد  
منه النطقه التي خلقت منها تخرج  
من عینیه او من فیه۔  
امام جعفر سے پوچھا گیا میت کو غسل  
دینے کی علت کیا ہے فرمایا میت سے  
میں کا وہ نطقہ نکلتا ہے جس سے وہ پیدا  
ہوا۔ اسکی آنکھوں یا اس کے منہ سے نکلتا ہے۔

## کتاب الاطعمه

حلال حرام کے متعلق مسائل

۱۔ فروع کافی ۴ : ۲۲۴

سالام عن اكل لحرم الحمر  
الاهليه قال نهى رسول الله  
عنها اكلها لرم خيبوا زناها  
عن اكلها في ذلك الوقت  
لانها كانت حمولة للناس  
انها الحرام ما حرم الله عز وجل في  
القرآن۔  
(محمد بن مسلم اور زرارہ) نے امام جعفر سے  
پوچھا کہ بکتر گدھے کا گوشت کھانے کے متعلق  
کیا حکم ہے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت نے مرفا خیرہ کے  
دن گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔  
اور یہ حکم عارضی تھا۔ حرام تو رہی  
ہے جو اللہ نے قرآن میں  
حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ فروع کافی

فامروهم رسول الله صلى الله  
عليه وسلم باكفأه القدر ولهم  
يقبوا الحرام وكانه ذالمع البا على لوقا  
حضرت نے مرفا بکتر گدھے کا گوشت کھانے کے متعلق  
فرمایا کہ یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ حرام ہے یہ حکم  
جائزوں کی بقائے نسل کیلئے تھا۔

۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۲ : ۲۱۳

سال محمد بن مسلم با جعفر  
عليه السلام عن لاهرم الخيل  
والدواب والبقا والحمير  
(محمد بن مسلم نے امام باقر سے پوچھا  
چارپائی، بکتر اور بکتر گدھے کے  
گوشت کا کیا حکم ہے فرمایا ان کا گوشت



الانسیۃ فقال حلال ولكن  
الناس یعافونها وانها ذمی  
رسول اللہ ان اکل لحوم الجور  
الانسیۃ یخبر لئلا تغفلوا  
وكان ذالک  
ذمی کراہۃ لا ذمی  
تحریہ۔

حلال ہے۔ لیکن لوگ یہ بھی ناک چڑھاتے  
ہیں ورنہ ان کے حلال ہونے میں شبہ نہیں  
حضور نے جبکہ دن پالتو گدھے کا گوشت  
کھانے سے جرم منع فرمایا تو وہ اس درجے تھا  
کہ کہیں سواری کے جانور ختم نہ ہو جائیں اور  
منع فرمانا بطور کراہت کے تھا تحريم کے طور  
پر نہ تھا (یعنی مکروہ ہے حرام نہیں)۔

## متنہ دوریہ

باب النکاح میں آپ متوہ کے متعلق فقہ جعفریہ کے فتوے کا ملاحظہ فرما  
چکے ہیں۔ اس باب میں ایک حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر کے  
جعفریہ نے متنہ کو عظیم عبادت بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس عبادت کی ایک خاص  
صورت اور بھی ہے جس کو باجماعت عبادت بھی کہہ سکتے ہیں۔ بلا تاخر مجلس  
اصول کافی کی شرح مرآۃ العقول میں اس سلسلہ کی ایک خاص صورت پیش کر کے  
امام باقری نقل کیا ہے۔

## ۱۔ مرآۃ العقول ۴: ۲۰۷

واما ما ذکرہ ان السیئۃ اور ہر حال جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق  
یتواذون المرآۃ الواحد الی الی سرشید ایک عورت کے ساتھ کسی کے بعد دیگر

قال لیس بینہما میواضعتہما  
شاعت تمتعتہ منۃ اخرھا حلال  
ھما الی یوم القیامۃ انھی شاعت  
من عشرین مابقیۃ فی الدنیا کل ذالک  
حلال لھما علی حدود اللہ۔

مسل متعہ کرتے ہیں۔ (امکانے) فرمایا  
ان کے درمیان کوئی میواضعت نہ ہوگی۔ پھر عورت  
چاہے تو دوسرے مرد متعہ کرے یہ متنہ دوری  
کے قیامت تک حلال ہے۔ اگر عورت چاہے تو  
سات مردوں متعہ کرے۔ چاہے تو بیس مردوں  
سے کرے جب تک دنیا قائم ہے سات یا بیس  
سے ایک عورت کا متنہ کرنا اللہ کی مقرر کردہ  
حدود کے مطابق حلال ہے۔

ایک اور شیعہ عالم علامہ ذواللہ شریعتی المعروف یہ شہید ثمالی نے اسکا ذکر  
ایک اور انداز سے کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

## ۲۔ تحفہ المسلمین صفحہ ۳۰۲ بحوالہ مصائب النواصیب

واما ما سعا فلان نسیتہ الخ اصحابنا  
عن النہد جزیروا ان یمتہع الرجال  
المتحدون لیلة واحدة من اھل  
سراعت کانت من ذوات الاقارب  
اھل۔ فھا خانۃ فی بعضہ قویۃ  
وذالک لان الاصحاب قد  
خصوا ذالک بالانسیۃ لا  
بما یحرم بالانسیۃ  
وغیرھا من ذوات الاقارب۔

فران اعتراض جو معتزل نے کیا ہے کہ  
ہمارے شیعوں کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے  
بہت سے مردوں کا ایک عورت سے یک رات  
میں متنہ کرنا جائز کہا ہے۔ خواہ اس عورت  
کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ تو اس سلسلے میں ہمیں  
نے بعض متروک (جو شیعہ دور دور میں لگاتے ہیں) قیامت  
کی ہے کہ اصحاب شیعہ نے متنہ دوری کی عورت کیساتھ  
خنثی کیا ہے جسے حیض نہ آتا ہو۔ مثلاً عام نہیں کہ ہر  
عورت کیساتھ کیا جائے یا وہ آئندہ ہو۔ یا غیر آئندہ۔



علامہ صاحب نے خاص تیمود کا ذکر کر کے اعتراف کیا یہ حصہ توفیق کر دیا کہ غیر آتش کے ساتھ متعہ دور پر جائز نہیں مگر اس حصہ کا اعتقاد کر لیا کہ متعہ دور پر آتش کے ساتھ جائز ہے۔ مگر علامہ بقول کی راقۃ العقول کا جو حوالہ اور گزر چکا ہے اس میں تو میراث پر بحث ہوئی ہے۔ اور امام نے فرمایا کہ متعہ دور پر میراث نہ ہوگی۔ تو جناب عالی آتش سے اولاد تو ہوتی ہی نہیں اس لیے میراث کا کیا سوال؟ لہذا امام کا صحیح فتویٰ یہی ہے کہ متعہ دور پر عورت کیساتھ تاقیامت جائز ہے۔ اور ایک عورت ایک ہی رات میں خواہ سات مردوں سے متعہ کرے، خواہ میں سے انکی نہ صرف اجازت ہے بلکہ مردوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی عورت کے ثواب میں اسی حساب سے اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔

ح۔ گرنہ بیند بدوز شپرد چشم  
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

## گزارش

میں نے اس کتاب کی ابتداء میں عرض مدعا کے ضمن میں لکھا ہے۔ کہ فقہ جعفریہ کے شریعت سے تعلق پر ہر بابا شعور شہری کو غور کرنیکی ضرورت ہے۔ ہر خاص و عام کی سہولت۔۔۔۔۔

کے بیٹے میں نے فقہ جعفریہ سے پہلے لا اور پرائیویٹ لاکے اقتباسات مختصر تہجدوں کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔ میں ایک بار پھر یہ کہتا ہوں کہ میرے پیش نظر فقط یہی مقصد ہے کہ مختلف فقہوں کا فرق نمایاں کیا جائے تاکہ ہم ہر شہنشاہی سے درپیش مسئلہ کو حل کر سکیں کہ شش کریں۔ کسی سے عقائد کو مجبور کرنا یا منافرت پھیلانا ہے۔ مگر مقصد نہیں۔ میں نے غور و فکر و دعوت کے ساتھ غور و فکر کیلئے مستند حقائق پیش کر دیئے ہیں۔ میں تمام تاریخیں سے خالص فقہ جعفریہ نافذ کر دے گا انہو گناہوں سے اپیل کرتا ہوں کہ۔۔

ح۔ مصطفیٰ برسوں خوشیش را کہ دیں ہمہ دوست  
اگر یہ اندر سیدی تمام بوجہی است

امان اللہ ملک  
بجوات

جون ۱۹۷۹ء



## خفاذ شریعت کے چند قارئین کے تاثرات

### ۱۔ مومنا العالم الاسلامی کراچی

آپ کی کتاب عالم مسلمانوں کیلئے جو اُمید روایات سے واقف نہیں ہیں۔ ایک معلومات آفرین اور انتہائی مفید و کارآمد کتاب ہے۔ جزاک اللہ خیر۔

### ۲۔ انجمن محبان صحابہ طہیرہ اسماعیل خان

دوستوں کو کتاب پڑھنے کو دی گئی۔ تمام دوست آپ کی اس کاوش پر ہادیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو منظور فرمائے۔ آمین۔ اور آپ جیسے دیگر وکلاء کو سنی مذہب اور سنی عقائد پر علم اٹھانے کی سعادت بخشے۔

حضرت۔ ابھی جنرل سیکرٹری صاحب آپ کی خدمت میں یہ درخواست کر رہے ہیں کہ آپ کی کتاب کا آخری باب ”تاریخ فقہ جعفریہ چھپوانے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ اجازت فرمادیں۔

مرکزہ مجاہدین صحابہ لاہور۔

ایک دوست کے ذریعہ آپ کی بے نظیر تالیف ”نفاذ شریعت“ ملی۔ دیکھ کر دل سے دعائیں نکلیں۔ حضرت استاد و کرم اور ان کے شاگردان رشید دین حق کی عظیم خدمات سراغِ نام دے رہے ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

حکیم فیض عالم صدیقی خطیبِ حِلْم۔ (پہلا مکتوب)

آج بھی دوست سے آپ کی تالیف ”نفاذ شریعت“ کا ایک نسخہ ملا۔ ایک ہی نشست

میں کتاب ختم کر ڈالی۔ چمدھری صاحب! اس تحفہ الرجال میں آپ نے بہت بڑا جہادی کا نام سراغِ نام دیا ہے۔ الحمد للہ غم الحمد للہ کہ قانون دان اصحاب میں سے اللہ تعالیٰ نے اس شرف و مجد کا سہرا آپ کے سر پر رکھا۔ وہاں نفس کتاب کا مسئلہ تو مجھے اس کی توفیق کے لئے الفاظ ہی نہیں ملتے۔

### (۲) دوسرا مکتوب

نفاذ شریعت کے نقشِ اول پر مبارکباد کا مکتوب ارسال کیا تھا۔ اب ”نفاذ شریعت“ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر ایک سند (Milestone) کا مقام حاصل کر چکی ہے۔

میں یہ کہتے ہوئے ایک قسم کا غرور محسوس کرتا ہوں کہ ”نفاذ شریعت“ وقت کا اہم ضرورت ہی نہیں بلکہ دینی لٹریچر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ جس ترتیب سے اس تالیف کی تدوین کی گئی ہے۔ عوام بھی اس سے کما حقہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ ”نفاذ شریعت“ کا تیار ہونا دین کے مائتین بڑا اثر ضروری ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ غیر حضرات اسے لاکھوں کی تعداد میں طبع کر کے ہر پڑھے لکھے آدمی کے ہاتھوں تک پہنچائیں اور میری اس خواہش سے صاحبِ دل افراد اتفاق کریں گے کہ فوری طور پر عربی یا رسی اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کر کے تمام اسلامی ممالک میں اسے پہنچایا جائے۔

مک صاحب یقین کیجئے میں آپ کی اس تالیف کو اس موزن پر دورِ حاضر کا انساب و بڑیا کہنے میں بھی اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔

### ۵۔ ڈاکٹر ریاض الرحمن راولپنڈی

آپ سے تالیف کردہ کتاب ”نفاذ شریعت“ کا ایک دوست کی وساطت سے فورٹ لیڈ بڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ماشاء اللہ آپ نے شیعہ فقہ کے بعض ضروری امور کو بہت خوبی سے



بہ نقاب کیا ہے۔

میرے نزدیک آپ کا تذکرہ کتابچہ ایک کا نام سے کم نہیں ہے۔ انتہائی مختصر اور مدلل تحریر ایسی شستہ اور دہندہ کہ ختم کیے بغیر چھوڑنے کو جہان چاہے۔ ایک غیر شیعہ کو عالم طور پر فقہ جعفریہ کے ایسے مسائل سے واقفیت نہیں ہوتی۔ غیر شیعہ مسلمانوں کو فقہ جعفریہ کے اہم مسائل سے واقف کرنے کیلئے آپ کی کاوش قابل ستائش ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

۴۔ مولانا صدر الدین الرفاعی۔ راولپنڈی

آپ کی قابل قدر کتاب ”نفاذ شریعت“ پڑھ کر بہت مسرت ہوئی آپ نے بروقت مزدوری حقائق کا انہار کر کے اسلام کے خلاف اٹھتے ہوئے نکتے سے پاکستان کو بچانے کیلئے ایک مفید یقین، مؤثر اور اختصار سے باوجود ایک جامع رسالہ تلمیذ کر کے اپنا ذریعہ ایمان ادا کیا ہے۔ شکر اللہ صحیحک الموفق۔

۵۔ چودھری لعل خاں صاحب جلال پور جٹاں

آپ کا تالیفی کتاب ”نفاذ شریعت“ اور فقہ جعفریہ کا کسار کی نظر سے گزریا۔ بلا سائلہ آپ کی کاوش جہاد ہے۔ فقہ جعفریہ کا حدود اور لہ اور اسکی بھول بھلیاں آپ نے خوب بیان کیں۔ چودھری صاحب! وقت کی ضرورت ہے کہ اس ناخواند امت مسلمہ کو اس مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے۔ تو میری گزارش ہے کہ اس کتاب کو ملک میں عام کر کے گھر گھر پہنچایا جائے۔

۸۔ محمد عبد العظیم برنی کراچی

ایک مہربان کے توسل سے آپ کی گراں قدر تالیف ”نفاذ شریعت“ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ سبحان اللہ وقت کے اہم تقاضے پر معروضیات کے باوجود آپ نے جس کاوش و محنت سے تاریخی حقائق کو بہ نقاب کیا۔ وہ قابل تحسین اور لائق حمد و ستائش ہے۔

۹۔ کرنل رٹائرڈ سید سلطان علی شاہ کوہاٹ۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ پڑھ کر شیعوں کے بارے میں کئی مشکلات حل ہو گئیں۔ کتاب کے مطالعہ سے پہلے یہ تو علم تھا کہ یہ گروہ کسی اخلاق کا مجسم ہے۔ لیکن کتابی صورت میں یہ سند میرے تخیل سے آگے چلی۔ آپ نے حتی بات جو کہ مدتوں سے پرمشیدہ تھی ظاہر کر دی اور برہنہ کر دی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

۱۰۔ شاہ مصباح الدین شکیل دستگیر کالانی کراچی۔

میں نے اپنے بھائی شاہ بلخ الدین صاحب کے پاس آپ کا رسالہ ”نفاذ شریعت“ دیکھا۔ جس جذبہ سے آپ نے فقہ جعفریہ کی حقیقت بیان کی ہے اسے پڑھ کر بے حد خوش ہوئی۔

سید احمد۔ احمد کنکر ریٹ پراڈ کشمیر

آپ کا تالیف کردہ کتابچہ ”نفاذ شریعت“ ایک درست کی و مصلحت سے گزرا۔ لہذا شکر اللہ بہت ہی عمدہ اور مدلل ہے۔



## ۱۳۔ مفتی محمد احمد ایڈوکیٹ کراچی۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ ایک دوست کی دسالت سے نظر سے گزری۔ جی خوش ہو گیا۔ آپ نے جس دہریہ سے انہما جہلیت فرمایا ہے۔ وہ دور رہا ہے۔ میں ایک جہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

## ۱۴۔ محمد دھری عبدالحق شاگر ہیں رپورٹر رحیم یار خان

آپ کا تحریر کردہ کتابچہ ”نفاذ شریعت“ دیکھا۔ اس میں جو دلائل آپ نے پیش کیے ہیں۔ ان سے امت مسلمہ اور حکومت پاکستان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

## ۱۵۔ محمد خان کمرٹھ کٹرول سیکشن برائیل کراچی۔

آپ کی تحریر کردہ کتاب ”نفاذ شریعت“ نظر سے گزری۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے اسے کھکھروا دینا اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

## ۱۵۔ ایس۔ ایم بخاری قمر نسیم تاج کالونی کراچی۔

آپ کی تالیف ”نفاذ شریعت“ کا بغور مطالعہ کیا۔ آپ نے بڑی جلد و جہد کی ہے۔ یہ نہ صرف تحقیقی رسالہ ہے بلکہ ایک علمی مشہ بارہ بھی ہے۔

## ۱۶۔ قاضی محمد مسیح الدین کراچی۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ لا جواب تحقیقی شاہکار ہے۔ بڑی بڑی کتب

پر حاوی ہے انشاء اللہ بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کر کے آپ کے لیے ذریعہ نجات ثابت ہوگا۔

## ۱۷۔ اعجاز احمد بھٹی بلاک انٹرپرائز آباد۔

میں نے آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ ایک بار نہیں بلکہ درجنوں بار پڑھی اور ہر بار نیا بھٹا آیا اور ایمان تازہ ہوا۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر کوئی معمولی کام نہیں کیا۔

## ۱۸۔ حیات احمد ملک سول لائٹنر ملتان۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ ہمیں سے رستیاں مہرئی پڑھ کر خوش ہوئی آپ نے نہایت جامع اور مختصر انداز میں دقت کے نہایت نازک اور خطرناک مسئلہ پر تلم اٹھایا ہے۔ جسے پڑھ کر طبقہ نے پسند کیا ہے۔

## ۱۹۔ ارشاد شاہراہ انوار بھٹنہ

میں نے کتاب کو تنقیدی نظر سے بار بار پڑھا۔ اور بہت مفید کارآمد اور معلومات انرا پایا۔ امید ہے اگلے ایڈیشن میں کتابت کی غلطیوں کی طرف بھی توجہ دی جائیگی۔

## ۲۰۔ حاجی الطاف احمد رکیسٹ یونین پشاور۔

آپ نے یہ کتاب مرتب دیکر استاد مکرم کی شاگردی کا حق ادا کر دیا خدا آپ کو اس عظیم کارنامے پر جزائے خیر دے۔ اور استاد مکرم کو عمر دراز تر عطا فرمائے۔ آمین۔